جلد 27 شمارہ 4 ماہ اپریل 2025ء شوال المکرّم 1446ھ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیّت

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رح
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

پیامِ قرآن

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ۔ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ (سورۃ البقرۃ ۲: آیات ۲۰۴۔۲۰۵)

انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں تمہیں دنیا میں بہت بھلی محسوس ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے، مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔ جب اسے اقتدار حاصل ہوتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اسی لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔ (سورۃ آل عمران ۳: آیات ۳۲۔۳۱)

اے نبی ﷺ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ ان سے کہو کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت قبول کریں۔ پھر اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت میں دیکھ سکیں گے؟ آپ ﷺ نے (جواب کے لیے) پوچھا: کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کہیں بادل بھی نہ ہو شبہ ہوتا ہے؟ لوگ بولے: ہرگز نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: اور کیا تمہیں سورج کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کہیں بادل بھی نہ ہو شبہ ہوتا ہے لوگوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ رب العزت کو تم اسی طرح دیکھو گے۔ لوگ قیامت کے دن جمع کیے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو جسے پوجتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے۔ چنانچہ بہت سے لوگ سورج کے پیچھے ہو لیں گے، بہت سے چاند کے اور بہت سے بتوں کے ساتھ ہو لیں گے۔ یہ امت باقی رہ جائے گی۔ اس میں منافقین بھی ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک نئی صورت میں آئے گا اور ان سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ منافقین کہیں گے کہ ہم یہیں اپنے رب کے آنے تک کھڑے رہیں گے۔ جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (ایسی صورت میں جسے وہ پہچان لیں) آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ بھی کہیں گے کہ بے شک تو ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلائے گا۔ پل صراط جہنم کے بیچوں بیچ رکھا جائے گا اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنی امت کے ساتھ اس سے گزرنے والا سب سے پہلا رسول ہوں گا۔ اس روز سوا انبیاء کے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا اور انبیا بھی صرف یہ کہیں گے۔ اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو۔ اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو۔ اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکس ہوں گے۔ سعدان کے کانٹے تو تم نے دیکھے ہو نگے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں۔ (آپ ﷺ نے فرمایا) تو وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے البتہ ان کے طول و عرض کو سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ آنکس لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق کھینچ لیں گے۔ بہت سے لوگ اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ بہت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر ان کی نجات ہوگی۔ جہنمیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو ملائکہ کو حکم دے گا کہ جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے انہیں باہر نکال لو۔ چانچہ ان کو وہ باہر نکالیں گے اور موحدوں کو سجدے کے آثار سے پہچانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر سجدہ کے آثار کو جلانا حرام کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ جب جہنم سے نکالے جائیں گے تو اثر سجدہ کے سوا ان کے جسم کے تمام ہی حصوں کو آگ جلا چکی ہو گی۔ جب جہنم سے باہر ہوں گے تو بالکل ہی جل چکے ہوں گے۔ اس لیے ان پر آب حیات ڈالا جائے گا۔ جس سے وہ اس طرح ابھر آئیں گے

جیسے سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر سیلاب کے تھمنے کے بعد سبزہ ابھر آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا لیکن ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان اب بھی باقی رہ جائے گا۔ یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری دوزخی شخص ہوگا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا۔ اس لئے کہے گا کہ اے میرے رب! میرے منہ کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے، کیونکہ اس کی بدبو مجھ کو مارے ڈالتی ہے اور اس کی چمک مجھے جلائے دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا اگر تیری یہ تمنا پوری کر دوں تو تو دوبارہ کوئی نیا سوال تو نہیں کرے گا؟ بندہ کہے گا: نہیں، تیری بندگی کی قسم! اور جیسے جیسے اللہ چاہے گا وہ قول و قرار کرے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ جہنم کی طرف سے اس کا منہ پھیر دے گا۔ جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی شادابی نظروں کے سامنے آئی تو اللہ نے جتنی دیر چاہا وہ چپ رہے گا۔ لیکن پھر بول پڑے گا: اے اللہ! مجھے جنت کے دروازہ کے قریب پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا تو نے عہد و پیمان نہیں باندھا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا اور کوئی سوال تو نہیں کرے گا۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ ہونا چاہئے۔ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ پھر کیا ضمانت ہے کہ اگر تیری یہ تمنا پوری کر دی گئی تو دوسرا کوئی سوال تو نہیں کرے گا۔ بندہ کہے گا: نہیں۔ تیری عزت کی قسم اب دوسرا کوئی سوال تجھ سے نہیں کروں گا۔ چنانچہ اپنے رب سے ہر طرح عہد و پیمان باندھے گا اور جنت کے دروازے تک پہنچا دیا جائے گا۔ دروازہ پر پہنچ کر جب جنت کی پہنائی، تازگی اور مسرتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ بندہ چپ رہے گا۔ لیکن آخر بول پڑے گا: اے اللہ! مجھے جنت کے اندر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: افسوس اے ابن آدم! تو ایسا دغاباز کیوں بن گیا؟ کیا (ابھی) تو نے عہد و پیمان نہیں باندھا تھا کہ جو کچھ مجھے دے دیا گیا، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ بندہ کہے گا: اے رب! مجھے اپنی سب سے زیادہ بدنصیب مخلوق نہ بنا۔ اللہ پاک ہنس دے گا اور اسے جنت میں بھی داخلے کی اجازت عطا فرما دے گا اور پھر فرمائے گا: مانگ، کیا ہے تیری تمنا۔ چنانچہ وہ اپنی تمنائیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) رکھے گا اور جب تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں چیز اور مانگو، فلاں چیز کا مزید سوال کرو۔ خود اللہ پاک ہی یاد دہانی کرائے گا۔ اور جب تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو فرمائے گا کہ تمہیں یہ سب اور اتنی ہی اور دی گئیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اور اس سے دس گنا اور زیادہ تمہیں دی گئیں۔ اس پر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہی بات صرف مجھے یاد ہے کہ تمہیں یہ تمنائیں اور اتنی ہی اور دی گئیں۔ لیکن حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے سنا تھا کہ یہ اور اس کی دس گنا تمنائیں تجھ کو دی گئیں۔

(کتاب الاذان، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ سلسلہ توحیدیہ میں قبلہ انصاری صاحبؒ اور ان کے بعد جناب عبدالستار خان صاحبؒ اور قبلہ ڈار صاحبؒ کے دور میں سگریٹ نوشی کی بات ہوئی تو فرمایا:

بابا جی (انصاری صاحبؒ) آئے تھے،انہیں جتنا Open heart ہونا چاہئے تھا، وہ ہوئے اور انہیں اپنے مقصد میں ماشاء اللہ کامیابی بھی ہوئی۔ وہ ساتھ بڑے اچھے انداز میں برائی بھی بیان کرتے تھے جو لوگوں کو Feel ہوتی تھی کہ باباجیؒ پسند نہیں کرتے جیسے کہتے کہ گیس بڑی ہوگئی ہے چلو سگریٹ کا کش لگاؤ تو وہ سگریٹ کا کش لگا لیتے تھے،حقہ بھی کبھی ایسے کش لگا لیتے تھے،اس کے بعد عبدالستار صاحب تو ماشاء اللہ ان کی تو سگریٹ بجھتی نہیں تھی۔ لگے رہتے تھے جب تک اکٹھے پانچ چھے سگریٹ نہ پھونک دیں،ان کو چین نہیں آتا تھا۔اسی رفتار سے کھانستے بھی تھے لیکن چھوڑتے نہیں تھے، لگے ہوئے تھے۔ان کا سگریٹ King Star تھا جو سب سے زیادہ سخت سگریٹ تھا۔بعد میں جب کمزور ہو گئے تو انہوں نے Gold Leaf پیا شروع کی۔ پہلے اپنی جوانی میں King Star پیتے تھے۔ باباجی ڈار صاحبؒ نے تو شروع شروع میں بہت تھوڑا عرصہ ائیر فورس کی سوسائٹی کے لحاظ سے اس سوسائٹی کا ساتھ دیا بعد میں انہوں نے چھوڑ دیا۔

یہ ساری باتیں واقعی انصاری صاحبؒ نے تو صرف لوگوں کو Free کرنے کے لئے کہ کوئی اپنے آپ کو تنگ محسوس نہ کرے، اس لئے کوئی کش لگا لیتے تھے،باقی تو بمعہ ستار خان صاحبؒ کے اور بمعہ ڈار صاحبؒ کے انہیں سگریٹ پینے کی عادت تھی۔بہر حال انہوں نے آخر اچھا نہ سمجھا تو چھوڑ دیا۔

رہا یہ سوال کہ ہمارے ہاں محفل میں کوئی تنگی نہ آجائے اور گنہگار لوگ دور نہ رہیں تو ہم پہلے ہی ایسے بڑے نہیں ہیں کہ لوگ محسوس کریں کہ یہ بہت نیک ہیں اور ہم بیچ میں گنہگار آگئے، ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ آج کل ہر آدمی اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے۔ Everyone۔ آپ جسے مرضی دیکھ لیں۔ ہر کوئی کہتا ہے کہ میں جو کر رہا ہوں یہی بہتر ہے۔ چاہے ہمارے سامنے کوئی بہت بڑا ولی اللہ بیٹھا ہوا ہو، اُس کے سامنے بھی ہم بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو ہم کبھی بھی Degrade نہیں کرتے۔

ایسی باتیں بڑے حساس لوگوں کی باتیں ہیں، آج کل ایسی حساسیت بہت کم ہے۔ آپ محسوس کریں، کہیں آئیں تو دیکھیں، آپ کو پتا چلے گا کہ ہم کیسے فری ہیں اور کتنے فری بات چیت کرتے ہیں۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ انشاء اللہ اگر ایسے کوئی لوگ آئیں گے تو ہم انہیں مایوس نہیں کریں گے۔ آپ صرف دعا کریں۔ ہم ان کو Encourage کریں گے اور ان شاء اللہ اپنے ساتھ ملائیں گے۔ اللہ خیر کرے، کوئی مسئلہ نہیں۔

یہ اچھی بات ہے۔ ہمارے بھائیوں میں اس کی حساسیت ہونی چاہئے۔ دوسرے لوگ نہ ہوں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جہاں تک ہمارے بھائیوں کا مسئلہ ہے، وہ ہر چیز کو بری محسوس کریں اور کسی کی ایسی ویسی بات کو خواہ مخواہ ایسے نہ لے کے بیٹھ جائیں کہ میری طرف توجہ نہیں دی، یہ نہیں کیا، وہ نہیں کیا۔ اگلا بھی انسان ہوتا ہے، ان کی طرف خیال کر کے اپنی اعلیٰ ظرفی کا امتحان خود پاس کریں۔ یہ آپ لوگوں کی اپنی ذمہ داری ہے۔ کسی محفل میں ایسے لوگ ہوں تو اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ اللہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

☆ ایک خادم حلقہ نے کسی بھائی کی حلقہ ذکر سے غیر حاضری کا بتایا تو اس پر فرمایا:

جو کام کے نہیں ہیں ان کو کام کا بنانا آپ کا کام ہے۔ ہم یہ کہہ کے اپنی جان نہیں چھڑا سکتے کہ وہ نکھے ہیں، وہ آتے نہیں ہیں۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ان کا پیچھا کریں، اُن کے ساتھ پیار کریں، اُن کو اپنے پیار سے حلقہ ذکر میں آنے پر مجبور کریں۔ ایسا جو بھی ہے۔

یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔اگر ہم ایسانہیں کریں گےتو ایسے ایک ایک کر کے سارے سستی کا مظاہرہ کریں گے۔

جناب! آپ خادم حلقہ ہیں، جو بھائی نہیں آتے، وہ جیسے بھی ہیں، آپ کے خیال میں بالکل نکمے ہیں، حلقے سے باغی ہیں، کیسے ہیں، کیسے نہیں ہیں، آپ کا کام ہےان کے ساتھ ملنا، اُن کے ساتھ گپ شپ لگانا، اُن کے ساتھ پیار کرنا، اُن کومجبور کرنا کہ حلقہ ذکر میں شامل ہوں۔یہ آپ کی ڈیوٹی ہے۔

☆ ملازمت کے حوالے سے باباجی انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ پرانی جگہ اُس وقت چھوڑو جب نئی جگہ Join کرلو۔اپنے آپ کونکمانہ کرنا۔یہ باباجی انصاری صاحب کا اصول تھا۔

کوئی کام کرنا چاہتاتو کہتے کہ کرو۔جاؤ کرو۔فکرمت کرو۔کہتے: اگرہم ناکامیوں سے ڈریں پھرتو ہم پتھر بن جائیں گے، جہاں بیٹھے ہیں وہیں بیٹھے رہیں گے۔کسی کونہیں روکتے تھے۔ کوئی کام کرنا چاہتاتو کہتے کہ کرو۔

☆ سالانہ کنونشن اور سالانہ دورہ جات کا پوچھا گیاتو جواب میں فرمایا:

اپریل میں اس دفعہ بھی نہیں ہوسکتا۔اگلے سال اپریل سے پہلے روزے آجائیں گے یابالکل شروع میں ہوں گے،تب ہم یاتو اپریل میں یامئی کے شروع میں کریں گےلیکن اس پر بات چیت بعد میں ہوگی۔کیونکہ ہمارے انصاری صاحبؒ کے دور میں مئی میں بھی اجتماعات ہوئے ہیں۔اس پرمشورہ کریں گے۔

اکتوبر کے اجتماع میں بھی کوئی اچھائیاں ہیں، اسی طرح کوئی اچھائیاں اُدھر اپریل میں ہیں۔اُدھر سب سے بڑی اچھائی یہ ہے کہ وہ ہمارے باباجی کی سنت ہے۔انہوں نے اپریل میں شروع کیاتو ہماری خواہش ہوگی کہ ہم اپریل میں ہی کریں۔لیکن پھر بھی بھائیوں سے مشورہ کے بعد کریں گے۔اس سال تو بہرحال اپریل میں نہیں ہوگا۔اس سال دس بارہ

اپریل کوتو عید ہوگی۔ہم یہ اخراجات بھی تو تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔جب یہ اجتماع ہوتا ہے تو بھائیوں پر آنے جانے کے یہ اضافی اخراجات بھی تو پڑتے ہیں،اُدھر عید ہوتی ہے،عید پر بچوں کے کپڑے وغیرہ، ساتھ ہی رمضان گزرا ہوتا ہے۔یہ ساری باتیں پھر اکٹھی کرنا ہم مناسب نہیں سمجھتے۔اس دفعہ تو ان شاءاللہ ہم اپریل میں اجتماع نہیں کریں گے۔اگلے سال پھر بھائیوں سے مشورہ کر کے فیصلہ کریں گے کہ اپریل میں کریں یا اکتوبر میں رہنے دیں۔ اکتوبر میں دن چھوٹے ہوتے ہیں۔آپ کا پروگرام متاثر ہوتا ہے یا نہیں یہ تو آپ لوگ بتائیں گے پھر اس کے مطابق ہی ان شاءاللہ فیصلہ کریں گے۔ابھی فیصلہ کوئی نہیں ہوا۔

دوروں کی جو بات ہے وہ بھی رمضان کی وجہ سے ہے،موسم ذرا سفر کے قابل ہوتا ہے تو رمضان آجاتا ہے۔وہ بھی اسی وجہ سے متاثر ہو رہا ہے۔چوک اعظم والوں نے دو تین دفعہ کوشش کی کہ میں وہاں جاؤں۔ میں نے کہا کہ یار اب سردی ہے۔اس سردی میں میں کہاں جاؤں گا۔ بڈھا آدمی ہوں، میں گھر پر بیٹھا رہتا ہوں۔ میں پھر کہیں نہیں گیا۔ اب ارادہ بنتا ہے کہ موسم ذرا اچھا ہو جائے تو ان شاء اللہ پنڈی جانے کا ارادہ ہے۔

☆ آپ لوگ تروتازہ رہیں۔ہنسی مذاق،گپ شپ بھی رہے اور اللہ اللہ بھی ہو۔ ہمیں منہ بسوڑ کے بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔

☆ ایک بھائی نے ڈارون کے نظریہ ارتقاء اور فلسطین کے حالیہ بحران سے متعلق بات چلائی تو اس پر فرمایا:

یہ جو یہودی ہیں ان کے کرتوت آپ قرآن میں پڑھیں۔ایک سے ایک ان کا کرتوت ہے۔ان کے سینکڑوں کرتوت ہیں جو عجیب عجیب ہیں۔ان کے لئے اللہ تعالی نے جو ہفتے کا دن متبرک بنایا کہ اس میں مچھلیاں نہ پکڑا کرو اور یہ متبرک دن ہے،اس کی قدر کیا کرو تو انہوں نے مسلسل اللہ تعالی کے حکم کی خلاف ورزی کی تو انہیں اللہ تعالی نے بندر بنا دیا تھا۔ یہ کوئی ایسی ویسی اور من گھڑت بات نہیں ہے، یہ قرآن میں ہے کہ انہیں بندر بنا دیا تھا۔

انسان بندر کی اولاد بہر حال نہیں ہیں۔اُن انسانوں کو بندر بنا دیا گیا تھا۔انسان تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اس میں اپنی روح پھونکی اور تمام ملائک سے سجدہ کرایا۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت دی ہے۔بڑی کرامت دی ہے لیکن یہ لوگ جب نیچے گرے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر تک بنا دیا کہ تم اسی قابل ہو۔اللہ کا اصول اسی طرح ہے۔وہ پھر اپنی سنت تبدیل نہیں کرتا پھر اس پر عمل کرتا ہے۔

آج ہمارا جو حال ہے یہ سب سامنے ہے۔بڑے بڑے مرتبے والے، بڑے بڑے حکماء، بڑے بڑے علماء، شیوخ اور یہ سارے مل کے بھی کوئی ایک دعویٰ کر لیں کہ ہم صحیح ہیں۔میں تو نہیں کرسکتا۔کوئی ایک دعویٰ کر لے کہ ہم صحیح ہیں، ہمارا Character اس وقت اللہ کے حکم کے مطابق ہے۔جو اتنا بڑا اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ ہم اتنے بڑے بڑے لوگ ہیں، کوئی جو اللہ کی نظر میں بڑا ہو۔اتنے بڑے بڑے لوگ ہیں ماشاء اللہ لیکن کوئی ایک یہ دعویٰ کر لے کہ اس وقت جو ہو رہا ہے اس میں یہودیوں کے معاملے میں ہم صحیح ہیں۔

ہم اسفل السافلین میں ہیں۔ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔یہودیوں نے اور عیسائیوں نے ہمیں ایسے ناپ کے، تول کے رکھ دیا ہے کہ یہ بس ایک پلڑے میں آ سکتے ہیں، اور کچھ نہیں ہیں، کسی کام کے نہیں ہیں۔ان سے بات بھی نہیں ہوتی۔ہم سے اُن کے وہ لوگ اچھے ہیں جو روز جلوس نکالتے ہیں اور اسرائیل کو برا بھلا کہتے ہیں۔ہم تو وہ بھی نہیں کر پائے۔مردے ہیں ہم، مردے۔انہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے کہ ہم کسی کام کے نہیں ہیں ہم جتنا اپنے آپ کو بناتے پھریں، ہیں ہم مردے۔

انہوں نے کیا حال کر دیا ہے۔کھڑا کر دیا ہے۔آج وہ ہمارا امتحان لے رہے ہیں۔امتحان کیا، اُنہوں نے تو نتیجہ بھی نکال کے رکھ دیا ہے کہ یہ ہو تم۔ایک ڈیڑھ ارب مسلمان ہو اور تم ہمارے سامنے بات بھی نہیں کر سکتے۔اُف، اللہ رحم کرے۔مجھے تو ایسے حالات میں معافی مانگتے بھی شرم آتی ہے۔اللہ میاں کہے کہ تو اپنے آپ کو دیکھ، تو کس منہ سے معافی مانگ رہا ہے۔

ہمیں بھی Diplomate ہونا چاہئے۔ہمیں اپنی حیثیت پر نظر کرنی چاہئے۔

قرآن میں حکم ہے کہ تم اپنے آپ کو تیار رکھو تا کہ دشمن پر تمہارا رعب طاری ہو، دشمن تم سے ڈرتا رہے۔ ہم نے اگر اپنی پوزیشن ایسی بنائی ہوتی تو یہ پوزیشن نہ ہوتی جو آج کل ہے۔ ہم تو مسلسل لیٹے ہوئے ہیں۔ یہ جو ہم نے اپنے آپ کو کمزور بنالیا ہے یہ ہماری سزا ہے۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

اُنہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے کہ یہ مردے ہیں۔ ہمارے پاس دولت کی کمی ہے؟ مسلمانوں کے پاس کیا کوئی کم دولت ہے؟ سب سے زیادہ ہے۔ آبادی ہماری زیادہ ہے، دولت ہمارے پاس زیادہ، عقل میں ہم کم ہیں کیونکہ ہم اپنا عقل استعمال نہیں کرتے، Reserve رکھا ہوا ہے۔ باقی ہمارے پاس کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن ہم اپنے ذرائع کو بھی اس طریقے سے استعمال نہیں کر سکے کہ اگلوں کو پتا چلے کہ میں نے اگر کوئی ایسی حرکت کی تو یہ کسی طرح سے مجھے پوچھ سکتا ہے۔ ہم نے کسی ایک ملک نے بھی اپنی پوزیشن ایسی نہیں بنائی۔

جس وقت پاکستان نے ایٹم بم کا دھماکہ کیا تو سب سے زیادہ خوشی فلسطینیوں نے منائی تھی کہ چلو کوئی مسلمان بھی اب ایٹم بم والا ہو گیا۔ ان بیچاروں کی وہ خوشیاں کہاں گئیں؟ اس میں مجھے پتا ہے کہ ہم ایٹم بم وہاں استعمال نہیں کر سکتے، نہ ہم اور کچھ ایسا کر سکتے ہیں، نہ یہ ایسا ممکن ہے۔ ہمارے ہاں سے تو خدا کے فضل سے سوائے جماعت اسلامی کے اور کچھ لوگوں میں کوئی بولا ہی نہیں ہے کہ وہاں فلسطین میں کچھ ہوا ہے، کچھ نہیں ہوا۔ کیا ہو رہا ہے؟ اچھا ہو رہا ہے، برا ہو رہا ہے۔ کوئی بولا ہی نہیں۔ اب وہ ہم سے کیا امید رکھیں گے؟

☆ ہفتہ وار حلقہ ذکر مسجد میں کرانے کی بات ہوئی تو اس پر فرمایا:

مسجد میں تو لوگ آتے جاتے ہیں۔ ذکر تو اپنے گھر میں کرائیں۔ کسی گھر میں نہیں کراتے تو پھر کسی مزار پر جائیں، وہاں بڑے بڑے مزار ہیں، کسی مزار پر چلے جائیں، مسجد میں مت جائیں۔ پہلے ہمیشہ ہر ایک آدمی کوشش کرتا تھا کہ ذکر میرے پاس ہو، میرے گھر ہو۔ تو اب ذکر کرنے کے لئے مسجد ہی رہ گئی؟

محفل میں شریک بھائی نے اپنی بات کی کہ مسجد میں نہ کوئی آتا ہے، نہ کوئی جاتا ہے ۔وہاں Disturbance والی کوئی بات نہیں ہے ۔اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

نہیں تو آپ اپنے گھر کو کیوں استعمال نہیں کرتے؟ اپنے گھر میں کرو ۔وہاں پڑوسی بھی ہوں ۔کوئی پڑوسی بھی متاثر ہو، کوئی نیا آدمی آئے تو وہ بھی آپ کے گھر میں آئے بجائے اس کے کہ وہ مسجد میں آئے ۔گھر میں کرو یار۔

اس پر بھائی نے مزید کہا کہ مسجد بھی گھر کے پاس ہی ہے ۔ایک چھوٹی سی مسجد ہے ۔ایک کمرے کی مسجد ہے، کوئی بڑی مسجد نہیں ہے ۔اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

اگر بیٹھنے کے لئے مسجد ہی جگہ بنالی ہے تو اچھی بات ہے ویسے ۔چلو ۔اسی بہانے سے مل گئی تو یہ بھی بڑی بات ہے ۔ یہ بھی اچھا ہے ۔بہانہ بن گیا ہے کہ اکٹھے بیٹھنا شروع کر دیا ہے مسجد میں ۔چلو اللہ تعالیٰ کامیاب کرے جی آپ کو ۔بڑا اچھا فیصلہ کیا ہے آپ نے ۔

(آن لائن محفل مورخہ ۳۱ دسمبر ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ حلقہ میں جو Active آدمی ہیں وہ ہر ایک آدمی کے نشانے پر ہوتے ہیں ۔ اگر اُن کی طرف سے کوئی غلطی، کوئی کوتاہی ہو تو فوراً نوٹ ہوتی ہے ۔یہ خیال رکھنا ۔اپنے آپ کو بچا کے رکھنا ۔یہ دوستی جو ہے یہ دوستی بھی ہے اور دوستانہ بھی ہے ۔خیال رکھنا ۔

☆ محفل میں شریک ایک نئے بیعت ہونے والے بھائی نے سوال کیا کہ ذکر نفی اثبات آرام آرام سے کرنے سے ذہن میں خیالات آ جاتے ہیں، ان کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

ایسا ہی ہے ۔ہم نے اسی لئے تو ذکر بالجہر کرنا شروع کیا ہے ورنہ سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر بالجہر نہیں ہے ۔وہاں ذکر خفی ہوتا ہے لیکن باباجیؒ نے ہمیں ذکر بالجہر کرانا شروع کیا اور خود انہیں بھی اُن کے مرشد بابا کریم الدین احمدؒ نے ذکر بالجہر کرایا تھا تا کہ اِدھر اُدھر کی باتیں ذہن میں نہ آئیں اور کچھ عرصے تک ذکر بالجہر کریں تا کہ یکسو ہو جائیں ۔نفی ہو جائے

پھر جیسا مرضی ہے اس میں تھوڑا وقت لگے گا،کوئی خاص Technique نہیں ہے۔بس اتنا ہے کہ ذرا آرام سے کریں اور خیال کرتے ہوئے کریں کہ جب لا کریں تو جہاں سے لا کالفظ اُٹھائیں ہر دفعہ وہاں سے لا کالفظ اُٹھنا چاہئے۔ناف کے دو انگشت نیچے سے لفظ لا کو اندر ہی اندر اوپر کھینچیں اور سر کو کسی قدر اُٹھالیں۔یہاں تک آپ کا لا ختم ہو۔اس وقت اس لا کے دوران میں جب آپ لا کہہ رہے ہیں وہاں لا ہی ہو۔آپ کا ذہن خالی ہو۔کوشش یہ ہونی چاہئے۔اور الله کہتے وقت تو آپ کا کندھا آپ کو نظر نہیں آنا چاہئے۔بس الله کہہ دیا تو پھر آپ غائب ہو گئے۔یہ پوزیشن جو ہے یہ آپ ایک لمحے تک یا دو، تین، چار لمحے تک۔ پانچ لمحے تک کا حکم ہے لیکن یہ آہستہ آہستہ ہوگا۔جب آپ کا ذہن خالی ہو جائے یا اس سے پہلے بھی خالی ہو جائے،شروع شروع میں ایک لمحے کے بعد ہی الا اللــه کی ضرب پورے جھٹکے کے ساتھ اپنے دل پر لگائیں،وہاں فوراً خیال ہو کہ یہاں لا کی پوزیشن ختم ہو گئی ہے اور اب یہاں اللہ ہی اللہ ہو۔یہ کچھ عرصہ آرام آرام سے سمجھتے ہوئے کریں تو ان شاء الله کچھ عرصے بعد آپ کی یہ شکایت اللہ کے فضل سے ختم ہو جائے گی۔

☆ ذکر نفی اثبات کے حوالے سے بات جاری تھی تو فرمایا:

عام لوگوں کو کیا پتا وہ تو کہتے ہیں کہ یہ پاگل ہے جو ذکر میں سر مارتا ہے۔مگر یہ تو ان لوگوں کو پتا ہے جنہیں اللہ نے اپنی یاد کی توفیق دی ہے۔یہ وہی سمجھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اسی طرح جوش و خروش سے اپنے اللہ کو یاد کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کا شکر ادا کریں کہ آپ لوگوں کو یہ نعمت اللہ نے بڑی اچھی اور اوائل عمر میں عطا کر دی اور پھر ایسے زمانے میں کہ جہاں باقی لوگ اسے مذاق سمجھتے ہیں۔ہنستے ہیں،کھیلتے ہیں لیکن اللہ نے آپ کے ذہنوں میں یہ چیز پیدا کر دی ہے کہ ہماری زندگی یہی ہے۔ہم نے ایسے ہی زندہ رہنا ہے۔یہ بڑی اللہ کی عطا ہے۔اس کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔سبحان اللہ۔

☆ ذکر اور سلسلہ کی تعلیمات پر عمل کی بات چلی تو اس پر فرمایا:

بس اس میں ہم لوگوں کی کمی ہے۔ جیسے قرآن نے کہا کہ

ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (سورۃ البقرۃ ۲: آیت ۲۰۷)

دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ ہر طرف۔ جو تعلیم آپ کو ملی ہے، جو کام کرنے کا آپ کو کہا ہے کسی بزرگ نے، کسی بھائی نے، کسی دوست نے، کسی افسر نے آپ کو کہا ہے کہ یہ کام کرو تو اس کام میں پورے کے پورے Involve ہونے کا حکم ہوتا ہے۔ اگر پورے کے پورے اس کام میں Involve ہو گے، چاہے وہ دنیا کا کوئی کام ہو، چاہے وہ اللہ اللہ کرنی ہو، تو پھر اُس کا ثمر بھی سامنے پورے کا پورا آتا ہے۔ پھر آدمی مطمئن بھی ہو جاتا ہے۔ یہ اپنے ذکر اذکار اور یہ اخلاقیات اور حقوق العباد پر دھیان دے کر ایک ایک کر کے اُس پر عمل کرنا شروع کر لیں تو ان شاء اللہ اس کا ثمر نظر آئے گا۔ پورے کے پورے تعلیم کو Cover کرنا شروع کر دیں تو ان شاء اللہ پھر دیکھنا کیا لطف ہے اور کیا مزا آتا ہے۔ کوشش کریں کہ پوری تعلیم کو لے کر آگے بڑھیں۔

☆ بھائی شدید سردی اور ذکر کی بات کر رہے تھے۔ ایک بھائی نے بتایا کہ مجھے تو ذکر کرتے پسینہ آ جاتا ہے۔ بھائیوں نے اپنی اپنی ذکر بالجہر کی باتیں سنائیں۔ اسی طرح باتیں جاری تھیں تو آپ نے فرمایا:

کراچی میں مسجد کے نجی کوارٹر تھے، اندر بس ایک کمرہ تھا باہر نماز ہوتی۔ میں وہاں رہتا تھا۔ وہاں ذکر تو میں کرتا تھا لیکن عام لوگ آتے جاتے تھے تو میں نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں اگر مجھے کوئی الگ جگہ مل جائے۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ شام کو میں ایک گھنٹہ لوں گا، اگر اجازت دیں تو میں عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں اندر دروازہ بند کر کے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے بڑے شوق سے کہا: ہاں ہاں ضرور کریں۔

میں پہلے دن وہاں گیا، ذکر شروع کیا تو مجھے مولوی صاحب نے ذکر پورا نہیں کرنے دیا، ڈنڈا لے کے آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کتنے آدمی ہیں یہاں؟ میں نے کہا میں اکیلا ہی ہوں، کہتا ہے کہ یہاں تو میرے سر ہنگامہ بنا ہوا ہے۔ میرا سارا دن یہی کام ہوتا

ہے،تم نے میری نیند خراب کر دی۔ میں نے کہا: اچھا جی میں چلا جاتا ہوں۔ پوچھتا ہے کہ کتنے آدمی تھے؟ میں نے کہا کہ ایک ہی ہوں، اکیلا ہوں مولانا، کوئی زیادہ نہیں ہیں۔ بس پھر وہاں سے انہوں نے مجھے باہر نکال دیا اور میں کواٹروں میں ہی گزارا کرتا رہا۔

☆ ولی اللہ بننے کے جو تقاضے ہیں یہ میں نے بتایا ہے کہ جب تک تعلیم پوری کی پوری لے کر ساتھ نہیں چلیں گے تو ہمارا مقصد تک پہنچنا بڑا مشکل ہوگا۔ یہ اللہ میاں نے قرآن میں بڑا Clear کیا ہوا ہے کہ

ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً. (سورۃ البقرۃ ۲: آیت ۲۰۷)

اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یہ میں نے عرض کی تھی کہ کوئی بھی آپ کا مقصد ہو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کے جو تقاضے ہیں ان پر پوری طرح باعمل ہوں تو اس میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور وہ مقصد مکمل حاصل ہوتا ہے۔ اگر ان کو آپ Partly کریں گے تو جتنا اس کا عرفان ہے اتنا ہی وہ کم ہوتا ہے۔ Partly عمل سے کام نہیں چلتا۔ پورے کا پورا داخل ہونا پڑتا ہے اور پورے کے پورے تعلیم پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ بابا جیؒ نے اسی چیز کی طرف دھیان دیا ہے اور ہمیں بڑے اچھے الفاظ میں سمجھایا ہے۔

☆ ڈاکٹر احمد رضا خانؒ کے بھائی محفل میں شریک تھے جن سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مسلمان کی حیثیت سے ہمیں اللہ کے ہر کام پر بلا چون و چرا اور خوش دلی سے Surrender ہونا پڑتا ہے اور اسی سے جو آپ کو فائدہ ہوتا ہے اس کی کوئی حد، حساب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کا آپ کو کتنا اجر دیتا ہے۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ بھائی وہ ہمارے بھی تھے۔ سچی بات ہے، انصاری صاحبؒ کی یہ بات دل سے لگی ہوئی ہے کہ اپنے پیر بھائی کو اپنے سگے بھائیوں پر فوقیت دو۔ اگر کہیں آپ لوگوں کا آپس میں کسی چھوٹی موٹی بات میں تضاد ہو جائے تو کسی اور سے بات کرنے کی بجائے سیدھا میرے پاس آیا کرو، میں تمہارا فیصلہ کروں گا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بابا جیؒ نے

پیر بھائی کو کتنی اہمیت دی ہے ۔وہ آپ کا بھی بھائی تھا، الحمدللہ ہمارا بھی بھائی تھا۔ہم سے بھی وہ بچھڑ گیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اُس جہان میں کامیابیاں عطا فرمائے، وہاں اُن کے درجات بلند فرمائے، اور ہمیں ان کے بتائے ہوئے سیدھے سادے طریقے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اُس کے لئے دعا کیا کریں اور خوب حوصلے سے حلقے کی تعلیم پر عمل کریں۔اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

انہوں نے دو تین مہینے میں کئی ذمہ داریاں اتنی جلدی جلدی نبھائیں جیسے انہیں پتا ہو کہ میں جانے والا ہوں اور یہ جو کام کرنے والے ہیں، یہ میں کر لوں ۔اس بات پر میں حیران ہوں ۔میں نے سوچا ہے۔دیکھو، دو تین لوگوں کو حلقے میں شامل کرا دیا۔اپنے پی ایچ ڈی والے دوستوں کو کنونشن میں بلایا اور حلقے سے متعارف کرا دیا، آپ کو بیعت کرا دیا، ہماری ایک کتاب 'مقالات معرفت' Pending تھی، وہ چھاپ دی۔ یہ ساری باتیں اُنہوں نے پچھلے تین چار مہینوں میں اس اُجلت میں کیں کہ جیسے اُنہیں پتا ہے کہ میرا ٹائم اب مختصر ہے، میں جا رہا ہوں، یہ کام ہو جائیں تو اچھا ہے۔ یہ آپ بھی سوچیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ یہ اتنے سارے کام پچھلے ایک عرصے سے تو نہیں ہوئے، یہ اسی دوران اتنی جلدی جلدی کیسے ہو گئے۔یہ اللہ کی خاص رحمت تھی کہ ان سے یہ کام لینا تھا، اور یہ ان کی یاد ہمارے دلوں میں مستقل کرنی تھی جو یہ باتیں اور یہ کام بہت محدود وقت میں سارے کے سارے ہو گئے۔یہ اللہ کی ہم پر بڑی مہربانی ہے اور اللہ کا بڑا رحم ہے۔ الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ یہ ساری باتیں ان کو دے گا تو ان کے درجات اونچے کر دے گا ان شاء اللہ۔وہ اونچے ہیں، الحمد للہ ۔بہت اچھا ہے۔آپ اللہ کی یاد کو حرز جان بنا لیں اور اس پر کاربند رہیں ۔یہی ہماری ابتدا ہے اور یہی ہماری انتہا ہے۔اللہ ہمیں اس پر کاربند رکھے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۷ جنوری ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

سائنس اور قریب الموت تجربات

(کیا شعور دماغ پر منحصر ہے؟ تیسرا حصہ: نیورو سائنس سے آراء)

(مصنف: کرس کارٹر)

ترجمہ: سید رحمت اللہ شاہ

وائلڈر پین فیلڈ (Wilder Penfield) نے اپنے کیریئر کا آغاز نیورو سرجن کے طور پر کیا، جس میں وہ دماغ میں ہونے والے طبعی عمل کے ذریعے دماغ کی وضاحت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹیمپورل لوب (کنپٹی کے ساتھ ساعت سے متعلق دماغ کا حصہ) کی بندش کے شکار مریضوں کے آپریشن کے دوران پین فیلڈ نے ایک دلچسپ دریافت کی، وہ یہ کہ دماغ کی مخصوص جگہوں پر برقی دینے سے کئی سالوں یا دہائیوں پہلے کی پرانی یادوں کا ایک سلسلہ متحرک ہوسکتا ہے۔ دراصل اس دوران مریض ان لمحات کو "دوبارہ زندہ" کر لیتا ہے، اور واقعات کو اتنی باریکی سے یاد کرتا ہے جتنا رضا کارانہ طور پر خود یاد کرنے کے دوران ممکن نہیں۔ اس ماضی کی یاد کے دوران مریض اس سے پوری طرح آگاہ رہتا تھا کہ آپریشن کے کمرے میں کیا ہو رہا ہے۔ پین فیلڈ نے ان تجربات کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا:

> مریض کا ذہن، جو اتنے الگ تھلگ اور تنقیدی انداز میں صورتحال کا جائزہ لے رہا ہے، یہ ذہنی اعصاب سے بالکل الگ ہی کوئی شے ہوسکتی ہے۔ یہ قابلِ غور ہے کہ شعور کی دو ندیاں بہہ رہی ہیں: ایک ماحول سے آنے والے اثرات کے ذریعے، اور دوسری ایک برقیرہ (Electrode) کے ذریعے جو دماغ کے مخصوص حصہ کورٹیکس میں ساٹھ دھڑکنیں فی سیکنڈ پہنچا رہا ہے۔ شعوری حالت میں کسی الجھن کا پیدا نہ ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ شعور کے مواد کا بڑے حصہ کا انحصار ذہنی سرگرمی پر ہے لیکن خود آگاہی اس پر منحصر نہیں۔

اپنے تجربات اور مرگی کے مختلف قسم کے مریضوں کے مطالعے کی بنیاد پر، پین فیلڈ نے نتیجہ اخذ کیا کہ ذہن اور دماغ کا تعامل دماغ کے بالائی خلیہ (Upper brain stem) میں ہوتا ہے،

جوانسانوں اور رینگنے والے جانداروں میں مشترک ایک قدیم ساخت ہے۔ پین فیلڈ، جس نے اپنے کام پر نوبل انعام جیتا، بقیہ دماغ کو ایک شاندار حیاتیاتی کمپیوٹر سمجھتا ہے، جو ذہن کا 'پروگرام شدہ' ہے۔ اس نے اخذ کیا کہ دماغ کے بیشتر حصوں پر برقی حرکت دینا یا دداشتوں کو زندہ کرنے، جسم کے کسی حصے کی غیر ارادی حرکت، یا کسی عمل (جیسے گفتگو) کے مفلوج ہونے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے برعکس دماغی خلیہ (Brain stem) کے اعلیٰ حصے میں چوٹ یا مرگی کا حملہ ہمیشہ شعور کھونے کا سبب بنتا تھا۔ اس کی بنیاد پر پین فیلڈ نے نتیجہ اخذ کیا کہ "یہاں ذہن اور دماغ کا ملاپ ہوتا ہے، طبعی و نفسیاتی سرحد یہاں ہے۔"

پین فیلڈ کا خیال تھا کہ دماغ، ایک کمپیوٹر کی طرح، خودکار مشینی طرز پر بہت کچھ انجام دے سکتا ہے لیکن یہ کہ "ذہن جو کچھ کرتا ہے وہ مختلف ہے۔ اسے کسی دماغ سے متعلق خودکار نظام کے ذریعے بیان نہیں کیا جا سکتا جتنا کہ میں دریافت کر سکا ہوں۔" انہوں نے مزید کہا:

> میرے تجربہ کے مطابق مغز کے کسی بھی حصے میں مقامی مرگی کا اخراج ایسی چیز کو جنم نہیں دیتا جسے 'ذہنی عمل' کہا جا سکے۔۔۔ اس کا کوئی قابل اعتبار ثبوت موجود نہیں ہے کہ مرگی کا اخراج یا برقی تحریک ذہن کو حرکت دے سکتی ہے۔
>
> اگر کوئی اس پر غور کرے تو یہ ایک گرفتار کر لینے والی حقیقت ہے۔ شعور کا ریکارڈ خواہ کتنا ہی پیچیدہ ہو، اسے ایک برقیرے یا مرگی کے اخراج سے حرکت میں لایا جا سکتا ہے۔ تشریح کا ایک فریب اسی طریقے سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی عمل، جو ہم ذہن سے منسوب کرتے ہیں، برقیرے کی تحریک یا مرگی کے اخراج سے شروع نہیں ہوا۔ اگر دماغ میں ایسا کوئی مشینی نظام ہوتا جو ذہن کے کام انجام دے سکتا، تو یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ یہ مشینی نظام مرگی یا برقیرے کے بہتر اثرات کے ذریعے اپنی موجودگی کا واضح ثبوت فراہم کرے گا۔

دوسرے لفظوں میں پین فیلڈ کے مطابق اگر دماغ شعور پیدا کرتا یا اسے جنم دیتا تو اسے بند کر دینے کی بجائے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ شعور پر مرگی یا برقی محرک کے ذریعے کسی اور انداز میں اثر انداز ہوا جا سکتا ہے یعنی یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ عقائد یا فیصلے پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ پین فیلڈ کے تجربے میں ایسے کسی بھی اثر کی مکمل غیر موجودگی نے اسے "پیداوار کے مفروضے" (Production hypothesis) کو مسترد کرنے اور "دوہرے تعامل" (Dualistic interaction) کے نظریے کو اپنانے پر مجبور کیا۔

ایڈورڈز کا موقف ہے کہ پین فیلڈ نے جو کچھ ثابت کیا ہے، وہ صرف یہ ہے کہ دماغی سرگرمی شعور کے لیے ایک ''کافی شرط'' نہیں ہے؛ لیکن ایڈورڈز کے بقول یہ شعور کے لیے ''ضروری شرط'' ہو سکتی ہے ایڈورڈز اس کافی اور ضروری شرائط کی مبینہ الجھن کو ''پین فیلڈ کی الجھن'' قرار دیتا ہے۔ایڈورڈز لکھتا ہے :''یہ حقیقت کہ پین فیلڈ دماغ کی برقی محرک کے ذریعے عقائد یا فیصلے پیدا نہ کر سکا، کسی طور یہ ثابت نہیں کرتی کہ انہیں 'دماغی بنیاد'(Brain-base) کی ضرورت یادداشتوں اور احساسات سے کم ہے۔'' لیکن پین فیلڈ اس بات سے مکمل طور پر متفق ہے کہ دماغ شعور کے لیے ایک ضروری شرط ہو سکتا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ''جب موت آخر کار وہ شمع بجھا دیتی ہے جو زندگی تھی ۔۔۔ تو حقیقت میں اس سے کوئی کیا نتیجہ نکال سکتا ہے؟ اس معاملے میں جسمانی شواہد کو مدنظر رکھتے ہوئے معقول مفروضہ کیا ہو سکتا ہے؟ صرف یہی: دماغ نے ذہن کی مکمل طور پر وضاحت نہیں کی۔'' پین فیلڈ کا نکتہ صرف یہ ہے کہ دماغ کی ساخت میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو شعور کے امکان کو دماغ کی غیر موجودگی میں خارج کرتی ہو، یہ اس کے برخلاف ہے جو کہ ایڈورڈز ہمیں جو باور کرانا چاہتا ہے۔ایک بار پھر یہ ایڈورڈز ہے جو پین فیلڈ کے حقیقی خیالات کے بارے میں الجھن کا شکار ہے۔

ایڈورڈز کے اس بیان کے بالکل برعکس کہ ''آلہ کار کا نظریہ مضحکہ خیز ہے''، پین فیلڈ لکھتا ہے :''یہ توقع کرنا کہ اعلیٰ دماغی نظام کار یا کسی بھی پیچیدہ پیغام رسانی کے اعصابی سیٹ سے وہ کچھ انجام دیا جا سکے جو ذہن کرتا ہے، اور اس طرح ذہن کے تمام افعال انجام دیے جا سکیں، سراسر مضحکہ خیز ہے۔''

پین فیلڈ جسم اور ذہن کے تعلق کے بارے میں جسمانی شواہد کی تجاویز کا خلاصہ پیش کرتا ہے کہ

> ذہن اور دماغ کو دو نیم خود مختار عناصر کے طور پر دیکھتے ہوئے، ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ذہن اعلیٰ دماغی میکانزم کے ذریعے اپنے اثرات دماغ پر ڈالتا ہے۔ذہن کو بھی اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ذہن کو بھی اعلیٰ دماغی میکانزم عامل ہونا ضروری ہے۔ذہن کو یادداشت کے لیے دماغ کے ریکارڈنگ کے نظام ہائے کار کا استعمال کرنا ضروری ہے۔۔۔اور پھر بھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذہن دماغ سے آزاد طور پر کام کرتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے ایک پروگرامر اپنے کمپیوٹر سے آزاد رہتے ہوئے کام کرتا ہے۔حتیٰ کہ وہ اس کمپیوٹر کے کام پر کچھ خاص مقاصد کے لیے انحصار کرتا ہے۔

اپنی کتاب کے آخری صفحات میں وہ لکھتا ہے:

میں نے ایک سائنسدان کے طور پر کام کیا ہے، یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہ دماغ ذہن کی وضاحت کرتا ہے، اور زیادہ سے زیادہ دماغی نظام ہائے کار کو استعمال میں لاتے ہوئے یہ ظاہر کرنے کی امید پر کہ دماغ ایسا کیسے کرتا ہے۔اس کتابی نسخہ میں، میں کسی نتیجے سے شروعات نہیں کرتا اور نہ ہی کسی حتمی اور نا قابل تغیر نتیجے پر ختم کرتا ہوں۔ بلکہ، میں موجودہ دور کے نیوروفزیولوجیکل شواہد کو دو مفروضوں کی بنیاد پر دوبارہ پرکھتا ہوں: (a) کہ انسان کا وجود ایک بنیادی عنصر پر مشتمل ہے، اور (b) کہ یہ دو عناصر پر مشتمل ہے۔ بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ، نئے طریقہ ہائے کار کے باوجود جیسا کہ محرک برقیروں کا استعمال، باشعور مریضوں کا مطالعہ، اور مرگی کے حملوں کا تجزیہ، اس بات کا کوئی قوی ثبوت نہیں ہے کہ صرف دماغ وہ کام کرسکتا ہے جو ذہن کرتا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ انسان کے وجود کو ایک عنصر کی بنیاد پر سمجھانے کی بجائے دو عناصر کی بنیاد پر سمجھانا زیادہ آسان ہے۔''

پین فیلڈ کے دلائل کی مطابقت کو یوں خلاصہ کیا جا سکتا ہے: اگر نیوروفزیولوجیکل شواہد یہ تجویز کرتے ہیں کہ انسان کا وجود ایک عنصر کی بجائے دو عناصر پر مشتمل ہے، تو ان دونوں عناصر کے الگ الگ وجود کو ان شواہد کی بنیاد پر رد نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا معروف نیوروسائنس دان، جس نے دماغ اور ذہن کے تعامل کے دوہرے ماڈل کی توثیق کی جان ایکلز (John Eccles) تھا۔اس نے اخذ کیا کہ بصری تجربے کے شعور کے ساتھ جڑے ہونے کو معلوم نیورولوجیکل عمل کے ذریعے واضح کرنا ناممکن ہے، کیونکہ بصری تجربے سے متعلق اعصابی تحریکیں بکھری ہوئی ہیں اور دماغ کے مختلف علاقوں میں بھیجی جاتی ہیں۔ اس مشکل نے ایکلز کی اس طرف راہنمائی کی کہ ایک شعوری ذہن جسمانی دماغ سے الگ اور اضافی طور پر موجود ہے، اور اس کے وجود کا مقصد اعصابی سرگرمیوں کو مربوط رکھنا ہے۔

ایکلز نے خود آگاہ ذہن کے تجربات میں یکسانیت، حالانکہ دماغی سرگرمیوں منتشر نوعیت کی ہوتی ہیں، کا مشاہدہ کرنے کے علاوہ یہ بھی قرار دیا کہ دماغی سرگرمیاں اور شعوری تجربات کے درمیان وقتی

تفاوت ہوسکتا ہے اور یہ کہ ایسا مسلسل تجربہ ہوتا ہے کہ جس میں ذہن دماغی واقعات پر اثر انداز ہوسکتا ہے، جو کہ بالخصوص اختیاری عمل یا کسی لفظ یا یاد کو یاد کرنے کی کوشش میں نمایاں ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں بشمول اس کا زندگی بھر کا دماغ اور اس کے اعصابی خلیوں کا مطالعہ، اس کی ذہن و جسم کے تعلق پر رائے کا بنیادی جز بنتی ہیں۔

ایکلز نے یہ قیاس کیا کہ ذہن دماغ پر اثر انداز ہوسکتا ہے، خاص طور پر زمانی و مکانی نمونوں کے دماغ پر اطلاق کے ذریعے، جو ان اثرات کے دریافت کنندہ کے طور پر کام کرتا ہے۔ اپنی کتاب Facing Reality: Philosophical Adventures of a Brain Scientist. میں، ایکلز سب سے پہلے دماغ کی ساخت اور اس کی سرگرمی کو تفصیل سے بیان کرتا ہے، اور پھر لکھتا ہے:

> دماغ کے کام کا تجزیہ کرتے وقت، اسے ابتدائی طور پر ایک 'مشین' سمجھا جاتا رہا ہے جو طبعیات اور کیمسٹری کے قوانین کے مطابق کام کرتی ہے۔ شعوری حالتوں میں یہ دکھایا جاتا رہا ہے کہ یہ انتہائی حساس ہوسکتا ہے، جو بہت ادنیٰ درجہ کے زمانی و مکانی اثرات کے معمولی میدانوں کا اطلاع کنندہ ہوتا ہے۔ یہاں یہ قیاس کیا گیا ہے کہ یہ زمانی و مکانی اثرات ذہن کی طرف سے دماغ پر ارادی عمل میں اثر ڈالتے ہیں۔ اگر ہم رائل کے اظہار کی اصطلاحات استعمال کریں، تو 'بھوت' ایک 'مشین' کو چلانے کا کام کرتا ہے، جو رسوں اور پلیوں، والو اور پائپوں کا نہیں، بلکہ دماغی نیٹ ورک میں خوردبینی زمانی و مکانی نمونوں کی سرگرمی کا ہوتا ہے جو کہ دس ہزار ملین اعصابی خلیوں کے لوتیوی جوڑوں کے متعلق روابط سے بُنا جاتا ہے، اور پھر بھی صرف ان اعصابی خلیوں پر اثر انداز ہو کر جو عارضی طور پر ایک دہلیز پر حوصلہ افزائی کی سطح کے قریب ہوتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک قسم کی مشین ہے جسے ایک 'بھوت' چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے، اگر ہم 'بھوت' سے مراد پہلے نمبر پر ایک 'کارکن' لیتے ہیں تو یہ ایسا ہے جس کا عمل سب سے نازک ترین طبعی آلات کے ذریعے بھی دریافت نہیں ہوسکا۔''

ایکلز نے دماغ اور ذہن کے درمیان دوطرفہ عمل کا قیاس کیا، جس میں ''دماغ شعور سے آگاہ ذہن سے ارادی عمل حاصل کرتا ہے اور پھر بدلے میں ذہن کو شعوری تجربہ منتقل کرتا ہے۔'' یہ واضح نہیں ہے آیا کہ ایکلز بعد از مرگ زندگی کے وجود پر یقین رکھتا تھا، لیکن اس نے یہ لکھا: ''کم از کم میں یہ کہوں گا کہ مستقبل میں کسی وجود کا امکان سائنسی بنیادوں پر مسترد نہیں کیا جاسکتا۔''

اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ جدید دماغی سائنس کی دریافتیں اس دلیل کو ذرا بھی متاثر نہیں کرتیں، کیونکہ یہ دریافتیں دونوں نظریات، یعنی پیداواری نظریہ (Production) اور منتقلی نظریہ (Transmission) کے ساتھ یکساں طور پر مطابقت رکھتی ہیں۔ گیری شوارٹز (Gary Schwartz)، جو University of Arizona میں نفسیات، نیورولوجی، نفسیاتی طب، میڈیسن، اور سرجری کا پروفیسر ہے، نشاندہی کرتا ہے کہ مادی سوچ رکھنے والے نیورو سائنسدانوں میں یہ یقین کہ شعور دماغ میں جسمانی عمل سے پیدا ہوتا ہے، تین اقسام کی تحقیقات پر مبنی ہے: ۱۔ باہمی تعلقات کے مطالعہ جات (مثال کے طور پر، برقی دماغی تخطیط (Electroencephalogram)، یا EEG، بصری ادراک کے باہمی تعلق کا مطالعہ)

۲ محرکاتی مطالعہ جات (مثال کے طور پر، بجلی یا مقناطیسی تحریک کا اثر)

۳۔ قطع کاری کے مطالعہ جات (مثال کے طور پر، دماغی زخموں کے اثرات کا جائزہ لینا)

اگر چہ ان ہی طریقوں کا استعمال ٹیلی ویژن کی مرمت کے دوران کیا جاتا ہے اور اسی طرح کے نتائج حاصل ہوتے ہیں، لیکن کوئی یہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ ٹیلی ویژن کی اسکرین پر موجود تصویریں خود ٹیلی ویژن کے اندر بن رہی ہیں۔ شوارٹز (Schwartz) دماغ کو ذہن کے لیے "اینٹینا ورسیور" (Antenna-Receiver) کے طور پر بیان کرتا ہے اور نشاندہی کرتا ہے کہ دماغی سائنس سے حاصل کردہ شواہد، جیسے کہ ٹیلی ویژن کی مرمت کے شواہد، نظریہ منتقلی (Transmission hypothesis) کے ساتھ اسی طرح مطابقت رکھتے ہیں جیسے کہ نظریہ پیداوار (Production hypothesis) کے ساتھ۔

پن فیلڈ اور ایکلز کی طرح، شوارٹز بھی اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ذہن دماغ سے علیحدہ ایک وجود ہے، اور ذہنی عمل کو نیورو کیمیکل دماغی عمل میں محدود نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ دماغی عمل کو ہدایت دیتے ہیں۔ پن فیلڈ اور ایکلز کی طرح، شوارٹز کا بھی ماننا ہے کہ ذہن بغیر دماغ کے موجود ہو سکتا ہے۔ چونکہ ایڈورڈز نیورولوجی کے حقائق کے ساتھ بقا کے امکان کو متضاد ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے، اور چونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ تین نمایاں نیورو سائنسدان ایڈورڈز کے اس نظریے سے اتفاق نہیں کرتے کہ منتقلی نظریہ "احمقانہ" ہے، تو ہم اب واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں کہ ایڈورڈز کا اس امکان کو مسترد کرنا دراصل ایک متعصبانہ رویہ ہے جو اس کے مادی عقیدے سے مطابقت نہ رکھنے والے ایک تجرباتی امکان کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے فارغ ہونا

(ڈاکٹر فضل الٰہی)

رزق کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہو جائے۔ درج ذیل دو نکتوں کی روشنی میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس موضوع کے متعلق گفتگو ہوگی۔

۱: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہونے کا مفہوم۔

۲: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فراغت کا باعثِ رزق ہونے کی دلیلیں۔

۱: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہونے کا مفہوم:

اللہ تعالیٰ کی عبادت کی غرض سے فارغ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ بندہ دن رات مسجد میں بیٹھا رہے اور حصولِ رزق کے لیے کوئی کوشش نہ کرے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اس کا قلب اور قالب (دل اور جسم) دونوں حاضر ہوں۔ عبادت میں خشوع وخضوع ہو رب ذوالجلال کی عظمت وکبریائی اس کے دل میں جاگزیں ہو۔ اس کو اس بات کا ادراک واحساس ہو کہ وہ کائنات کے مالک اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہے۔ وہ جناب نبی کریم ﷺ کے ارشادِ گرامی:

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔‘‘

ترجمہ: ’’اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہیں۔‘‘

وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جن کے اجسام تو مساجد میں ہوتے ہیں لیکن دل باہر کی چیزوں کیساتھ لٹکے اور اٹکے ہوتے ہیں ملا علی قاری جناب نبی کریم ﷺ کے ارشادِ گرامی (تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِی) کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اپنے رب کی عبادت کی غرض سے اپنے دل کو فارغ کرنے میں مبالغہ کر۔‘‘

۲ ۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے فراغت کاباعثِ رزق ہونے کی دلیلیں:

اس کے متعلق ذیل میں دوحدیثیں بیان کی جاتی ہیں:

ترجمہ:''حضراتِ ائمہ احمد،ترمذی،ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے آدم کے بیٹے!'' میری عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر، میں تیرے سینے کو تونگری سے بھردوں گا اور لوگوں سے تجھے بے نیاز کردوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے ہاتھ (بے کار) کاموں میں الجھادوں گا اور لوگوں کی طرف تیری محتاجی کو ختم نہ کروں گا۔''

اس حدیث شریف میں جناب نبی کریم ﷺ نے امت کو خبر دی ہے کہ پوری توجہ اور دھیان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو انعامات ملنے کا وعدہ ہے۔

پہلا انعام یہ ہے کہ وہ اس کے دل کو تونگری سے بھر دیں گے اور دوسرا انعام یہ ہے کہ وہ اس کو لوگوں سے بے نیاز فرمادیں گے۔

اسی حدیث شریف میں توجہ اور دھیان سے عبادت نہ کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسزائیں ملنے کی وعید بھی ہے۔پہلی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بے کار کاموں میں الجھادیں گے اور دوسری سزا یہ ہے کہ وہ لوگوں سے اس کی محتاجی کو ختم نہ کریں گے اور وہ ہمیشہ لوگوں کا دستِ نگر اور محتاج رہے گا۔

امام حاکم حضرت **معقل** بن یسارؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''تمہارے رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:''اے آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لیے فارغ ہوجا، میں تیرے دل کو تونگری سے پر کردوں گا اور تیرے دونوں ہاتھوں کو رزق سے پر کردوں گا۔''

اے آدم کے بیٹے! مجھ سے دوری اختیار نہ کر(اگر تو نے ایسے کیا) تو میں تیرے دل کو محتاجی سے بھر دوں گا اور تیرے دونوں ہاتھوں کو (بیکار) کاموں میں لگا دوں گا۔"

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث شریف میں امت کو خبر دی ہے کہ توجہ اور دل جمعی سے عبادت کرنے والوں کو درج ذیل دو انعامات عطا فرمانے کا خود اللہ رب العزت نے وعدہ فرمایا ہے۔

۱: تونگری کے ساتھ اس کے دل کو لبریز کرنا۔

۲: رزق کے ساتھ اس کے دونوں ہاتھوں کو بھرنا۔

اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾

مذکورہ بالا حدیث شریف میں جناب رسولِ کریم ﷺ نے امت کو یہ بھی بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کرنے والے کے لیے ان کی طرف سے درج ذیل دو عذابوں کی وعید ہے۔

۱: محتاجی اور فقیری سے اس کے دل کو بھرنا۔

۲: بے کار کاموں میں اس کو الجھا دینا۔

اور جس دل کو دلوں کے پیدا کرنے والے خزانوں کے مالک اللہ تعالیٰ تونگری سے لبریز کردیں محتاجی کا احساس اور دست نگری کا تصور کیسے اس کے قریب پھٹک سکتا ہے اور جس کے ہاتھوں کو کائنات کے رزاق رزق سے بھر دیں وہ غربت وافلاس کا شکار کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور جس کے دل کو کائنات کے تنہا و منفرد مالک جل جلالہ محتاجی سے بھر دیں، کائنات کی ساری قوتیں متحد و متفق ہو کر بھی اس کو تونگر و آسودہ حال نہیں بنا سکتیں اور جس کو جبار و قہار اللہ تعالیٰ بے کار اور لایعنی معاملات میں پھنسا دیں اس کو بھلا فراغت کون مہیا کر سکتا ہے؟

مکتوب نمبر ۷

(مجدد الف ثانیؒ)

اپنے بعض عجیب وغریب حالات اور ضروری امور کے استفسار کے بیان میں یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کم ترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ مقام جو عرش سے اوپر تھا یہ نا چیز اپنی روح کو بطریق مروج اس مقام میں پاتا تھا۔ اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاوالدین نقشبند قدس سرہ) کے ساتھ خاص تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اسی مقام میں پایا۔ اور اس وقت خیال میں یوں گزرا کہ تمام عالم عنصریات وفلکیات نیچے کو چلا گیا ہے اور اس کا کوئی نام ونشان باقی نہیں رہا۔ اور جب کہ اس مقام میں صرف بعض اکابر اولیا تھے۔ اب تمام عالم کو اپنے سمیت اس مقام میں پا کر حیرت ہوتی ہے کہ مکمل بیگانگی کے باوجود اپنے آپ کو ان کے ساتھ پاتا ہے۔ الغرض وہ حالت جو کبھی کبھی رونما ہوتی تھی اور اس میں بندہ نہ اپنے آپ کو دیکھتا تھا نہ جہان کو۔ نہ نظر سے کچھ دیکھتا تھا اور نہ علم میں کوئی چیز تھی۔ وہ حالت اب دائمی ہو چکی ہے اور خلقت عالم کا وجود دیدہ و دانش سے باہر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد اس مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا کہ اس کو سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔ بندہ ان سیڑھیوں سے باہر آیا۔ اس کے بعد وہ مقام بھی باقی جہان کی مانند آہستہ آہستہ لحہ بہ لحہ پیچھے چلا گیا اور فقیر نے اپنے آپ کو بلندی پر پایا۔ بندہ اتفاق سے تحیۃ الوضو کے نفل ادا کر رہا تھا کہ ایک بہت ہی اونچا مقام نمایاں ہوا اور چار اکابر نقشبندیہ کو اس مقام میں دیکھا۔ اور دوسرے مشائخ بھی جیسے سید الطائفہ منیر بخاری وغیرہ کو اس مقام میں پایا۔ اور بعض دوسرے مشائخ اس سے اوپر کے مقام میں ہیں لیکن ان کے پائے پکڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بعض نیچے میں اپنے اپنے درجات کے مطابق۔ اور اپنے آپ کو ان سے بہت دور پایا۔ بلکہ ان سے کچھ نسبت ہی نہ دیکھی۔

اس واقعہ سے سخت پریشانی اور اضطراب ہوا۔قریب تھا کہ دیوانہ ہو جاؤں اور غم وغصہ کی زیادتی سے جسم کو ہی خالی کر دے۔کچھ وقت ایسے ہی گزرا۔آخر آپ کی توجہات سے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے مناسب پایا۔پہلے میرا سر اس مقام کے برابر ہوا۔پھر بتدریج اوپر بند ہوتا گیا اور اس مقام بلند میں بیٹھ گیا۔توجہ کے بعد یوں دل میں گزرا کہ وہ مقام تکمیل تام کا مقام ہے۔کہ نظام سلوک طے کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔سلوک پورا نہ کرنے والے مجذوب سالک کو اس مقام سے حصہ نہیں مل سکتا۔اور اس وقت یہ بھی خیال میں گزرا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے ہے جو حضور کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں دیکھا تھا۔اور خدمت اقدس میں عرض بھی کیا تھا کہ حضرت امیر (علی کرم اللہ تعالی وجہہٗ) تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تجھے آسمانوں کا علم سکھانے آیا ہوں جب خوب توجہ سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام خلفاء راشدین رضی اللہ تعالی عنہم میں سے یہ مقام حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے خاص ہے۔واللہ سبحانہ اعلم۔دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ بڑے اخلاق وعادات ہر گھڑی مجھ سے الگ ہو رہے ہیں۔بعض اوقات یوں خیال گزرتا ہے کہ سب الگ ہو گئے ہیں۔اور دوسرے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اور شے ظاہر ہوئی ہے اور وہ بھی الگ ہو گئی ہے دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض اور شدائد کو دور کرنے کی غرض سے توجہ کرنے کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ مرضی خدا تعالی معلوم ہو کہ اس معاملہ میں توجہ چاہیے یا نہ چاہیے یا یہ شرط نہیں؟ رشحات کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ (عبید اللہ الاحرار) سے نقل کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگی جاننا شرط نہیں لہٰذا اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔حالانکہ مجھے توجہ کرنا اچھا بھی نہیں لگتا۔تیسری گزارش یہ ہے کہ طالبوں کو حضور میسر آجانے کے بعد ذکر سے روک دینا اور حضور کی نگہداشت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور پھر وہ کونسا مرتبہ حضور ہے جس میں ذکر نہیں کرتے لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو اول سے آخر تک ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور انہیں ذکر سے کسی وقت بھی نہیں روکا گیا۔اور اپنا کام نہایت کے قریب پہنچا چکے ہیں۔اصل حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

چوتھی گزارش یہ ہے کہ حضرت (خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ) نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ آخر میں بھی ذکر کا حکم دیا جاتا ہے کیونکہ بعض مقاصد ایسے ہیں کہ وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ان مقاصد کا تعین فرمایا جائے۔

خدمت اقدس میں پانچویں گزارش یہ ہے کہ بعض طالب طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم کی طلب کا اظہار کرتے ہیں لیکن غذا میں احتیاط سے کام نہیں لیتے۔لیکن اس بے احتیاطی کے باوجود حضور قلب اور قدرے استغراق پیدا کر لیتے ہیں اور غذا کے متعلق تاکید سے کام لیا جائے تو سستی اور کاہلی کے باعث بالکل یہ طریقہ ہی چھوڑ دیتے ہیں۔اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ارادت کے ساتھ اس سلسلہ سے صرف اتصال چاہتے ہیں، ذکر کی تعلیم نہیں چاہتے کیا اس قسم کا اتصال جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟اس سے زیادہ طویل سلسلہ کلام گستاخی اور بے ادبی ہے۔

مکتوب نمبر ۸

ان حالات کے بیان میں جو بقا اور صحو سے تعلق رکھتے ہیں یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کم ترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب سے مجھے صحو میں لائے ہیں اور بقا سے نوازا ہے علوم غریبہ اور معارف نادرہ غیر متعارفہ مسلسل اور لگاتار فائض اور وارد ہو رہے ہیں۔ان میں سے اکثر کے بیان اور ان کی مستعمل اصطلاح سے موافقت نہیں رکھتے جو کچھ مسئلہ وحدت وجود اور اس کے متعلقات کے بارے میں کہا گیا ہے، مجھے اول حال ہی میں اس سے مشرف کر دیا گیا ہے۔اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ میسر آ چکا ہے۔پھر اس مقام سے کئی درجے بلند مجھے ترقی عطا فرمائی گئی ہے۔اور اس ضمن میں انواع واقسام کے علوم عطا فرمائے گئے ہیں۔ان مقامات ومعارف کی صریحاً تصدیق قوم کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔اجمالی اشارات ورموز بعض بزرگوں کے کلام مبارک میں پائے جاتے ہیں لیکن ان علوم ومعارف کی صحت کا گواہ حال یہ ہے کہ علوم ومعارف

ظاہر شریعت، اجماع علماء اہل سنت کے بالکل موافق ومطابق ہیں، روش تربیت کے ظاہر سے ذرہ بھی مخالفت نہیں رکھتے، اور حکماء اور اصول عقلیہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ بلکہ علماء اسلام میں وہ جماعت جو اصول اسلام میں مخالفت رکھتی ہے۔ان کے اصولوں سے بھی ان علوم کی کوئی موافقت نہیں۔

یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے۔فعل سے قبل انسان قدرت نہیں رکھتا قدرت فعل کے ساتھ بخشتے ہیں اور احکام شریعت کی تکلیف اسباب اور اعضاء کی سلامتی پر دیتے ہیں جیسا کہ علماء اہل السنہ نے اس کی تحقیق کی ہے۔اور فقیر اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے قدم مبارک پر پاتا ہے۔آپ اسی مقام میں تھے۔ اور حضرت علا والدین رحمتہ اللہ علیہ کو بھی اس مقام سے حصہ ملا ہے۔اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ الاقدس اور پہلے مشائخ میں سے حضرت معروف کرخی، امام داؤد طائی حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت حبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم المقدسہ بھی اسی مقام میں تھے۔

ان سب مقامات اور علوم ومعارف کا حاصل وخلاصہ بعد اور بیگانگی ہے۔علاج معالجہ سے کام گزر چکا ہے جب تک پردے لٹکے ہوئے تھے انہیں اُٹھانے کے لیے سعی اور اہتمام کی گنجائش تھی۔اس وقت تو اس کی بزرگی اس کا حجاب ہے

فَلا طَبِيْبَ لَهَا وَلَا رَقِيْ!

اب نہ تو اس کا کوئی معالج ہے اور نہ جھاڑ پھونک کرنے والا۔

مگر نہایت ہی عجیب معاملہ ہے کہ کمال بے مناسبتی اور بیگانگی کا نام وصل واتصال رکھا ہوا ہے۔وہی کتاب یوسف زلیخا کا ایک بہت مناسب حال ہے

درافگندہ دف ایں آزادہ از دوست

گزو بردست دف کربال بودپوست

دف نے دوست کی طرف سے آواز بلند کر رکھی ہے مگر اس دوست کی طرف سے دف بجانے والوں کے ہاتھوں میں سوائے ہاتھ کے پوست اور چمڑے کے اور کوئی شے نہیں ۔

شہود کہاں ہے، شاہد کون ہے، اور مشہود کیا ہے ۔ ع

''خلق را روے کے نماید او''

اور وہ مخلوق کو کب چہرہ دکھاتا ہے

ما للتراب و رب الارباف یعنی ''چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک''

فقیر خود کو بندہ مخلوق بے قدرت تصور کرتا ہے اور اسی طرح تمام جہان کا خالق اور قادر اللہ تعالٰی ہی کو جانتا اور مانتا ہے ۔اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا ۔ ما سوا اللہ کو اس کا عین اور مراۃ بننے کی کہاں گنجائش ہے۔

در کدام آئینہ در آید او

وہ کس آئینہ میں آ سکتا ہے

فرقہ صحیحا اہل سنت و جماعت کے علماء ظاہر اگر بعض اعمال میں کوتاہی کر جاتے ہیں لیکن ذات وصفات سے متعلق ان کے عقائد کی درستی کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ ان کی کوتاہی اس نورانیت کے آگے مضمحل اور ناچیز ہو جاتی ہے ۔اس کے برعکس بعض صوفی ریاضات ومجاہدات کے باوجود چوں کہ ذات وصفات سے متعلق عقائد میں وہ درستی نہیں رکھتے تو علماء ظاہر جیسا جمال و نورانیت بھی نہیں رکھتے علماء کرام اور دینی طلبہ کے ساتھ بہت محبت پیدا ہو چکی ہے ۔ان کی روش بہت اچھی لگتی ہے ۔فقیر آرزو کرتا ہے کہ علماء اور طلبِ علوم کے گروہ میں بیٹھا ہوا ور (اصول فقہ کی آخری اور مشہور کتاب) تلویح کے مقدمات اربعہ کا کسی طالب سے تکرار کر رہا ہو ۔نیز (فقہ حنفی کی مشہور کتاب)ہدایہ کا تکرار بھی شروع کر رکھا ہو ۔اور یہ فقیر معیت اور احاطہ علمی کے مسئلہ میں علماء کے ساتھ شریک ہے۔

اسی طرح یہ فقیر حق سبحانہ وتعالیٰ کو نہ عین عالم جانتا ہے اور نہ عالم سے متصل نہ عالم سے منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ اس سے جدا، اور نہ محیط اور نہ سرایت کیئے ہوئے ہے۔ اور تمام ممکن اشیا یا ان کی صفات اور ان کے افعال کو مخلوق جانتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ ممکنات کی صفات اس کی صفات ہیں، اور ان کے افعال اس کے افعال ہیں۔ بلکہ ہر شے کے افعال میں اسی ذات واحد کی قدرت کو موثر جانتا ہے ممکنات کی قدرت میں فی الحقیقۃ اثر نہیں جانتا۔ جیسا کہ حکماء اور متکلمین کا مذہب ہے۔

اسی طرح سات صفات حقیقیہ واجب تعالیٰ کو موجود جانتا ہے، اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو ہر شے کا ارادہ کرنے والا جانتا ہے۔ اور قدرت بمعنی صحت فعل اور ترک فعل بالیقین تصور کرتا ہے۔ قدرت بمعنی

ان شاء فعل وان لم یشاء لم یفعل

اگر چاہے کرے، اگر نہ چاہے نہ کرے

نہیں مانتا کیونکہ جملہ شرطیہ ثانیہ ممتنع ہے۔ جیسا کہ بعض حکماء اور صوفیہ مانتے ہیں۔ کیونکہ اس معنی سے واجب تعالیٰ پر وجوب لازم آتا ہے۔ اور یہ لزوم تسلیم کرنا حکماء کے اصولوں کے موافق ہے۔ اور قضا و قدر کے مسئلے کو علماء کے طور پر مانتا ہے۔ تو مالک کو اس بات کا کامل اختیار ہے کہ اسی ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ اور قابلیت اور استعداد کا کچھ دخل نہیں مانتا کیونکہ اس سے بھی وجوب لازم آتا ہے۔ اور وہ سبحانہ وتعالیٰ مختار ہے، جیسا چاہے کرے۔ اسی طرح اور سب باتیں۔ چونکہ ان حالات کا عرض کرنا ضروری امور میں سے ہے، اس لیے ان کے عرض کرنے کی جرات اور گستاخی کی ہے۔

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کے اندر رہے

ضمیمہ

(ازقلم! محمد صدیق ڈارتوحیدیؒ شیخ سلسلہ سوئم)

26اپریل 1991ءتا7جولائی 2013ء

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی حیات ہی میں مندرجہ ذیل امور طے فرمادیئے تھےلیکن بوجوہ تحریر میں نہ آسکے۔اگرچہ ان پرتواتر کے ساتھ عمل ہورہا ہے پھربھی یہ مناسب معلوم ہوا کہ انہیں بھی ضابطہ تحریر میں لاکرباقی تعلیم کی طرح محفوظ کردیا جائے تاکہ برادران انہیں سلسلہ توحیدیہ کے آئین کا حصہ سمجھتے ہوئے ان پرعمل پیرارہیں۔

1۔ درودشریف کاورد بانی سلسلہؒ نےخطوط کےذریعے یہ ہدایت جاری فرمائی تھی کہ تمام بھائی روزانہ ایک ہزارمرتبہ درودشریف پڑھا کریں۔درودشریف چاہے ہرنماز کے بعدتھوڑاتھوڑاپڑھ لیا کریں یاایک ہی نشست میں یہ تعداد پوری کرلیں۔اس وردکو پاس انفاس کےذکر کی طرح چلتے پھرتے نہ کریں بلکہ باوضوبیٹھ کرتسبیح پرپڑھیں۔

قبلہ حضرتؒ نےفرمایا کہ کوئی سا بھی مختصر درودشریف چن لیں تاکہ مطلوبہ تعداد سہولت کے ساتھ پوری کی جاسکے۔اس حکم کے بعدایک مرتبہ راقم الحروف حاضرخدمت ہوا تو آپ ایک چارپائی پر بیٹھے،تسبیح ہاتھ میں لئے کچھ پڑھ رہے تھے۔آپ نے خودہی ارشاد فرمایا کہ ”درودشریف پڑھ رہا تھا۔میں تو صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ پڑھتاہوں آپ بھی یہی پڑھ لیا کریں“۔

اگر چہ آپ نے اپنے خطوط میں بھی کئی بھائیوں کو یہی درود شریف پڑھنے کے لئے لکھا لیکن پھر بھی محولہ بالا فرمان کے مطابق بھائیوں کو درود شریف کا انتخاب کرنے کی اجازت ہے۔درود شریف پڑھنے کی بے شمار دنیوی اور روحانی برکات ہیں۔سب سے بڑا انعام تو حضور کریم ﷺ سے قلبی تعلق قائم ہو جانا اور روحانی فیض کا ملنا ہے۔اس کے علاوہ درود شریف کی برکت سے دنیوی کشائش بھی حاصل رہتی ہے۔

2۔ رمضان المبارک اور مجالس ذکر: رمضان شریف کے مہینے میں افطاری، نماز مغرب اور نماز تراویح کی بابرکت مشغولیت کی وجہ سے ہفتہ وار مجالس ذکر بند کر دی جاتی ہیں۔البتہ نزدیک رہنے والے بھائی اگر چاہیں تو باہمی ملاقات کی خاطر نماز عصر کے بعد ختم قرآن کریم اور افطاری کی تقریب منعقد کر سکتے ہیں۔رمضان شریف کے بابرکت مہینہ میں برادران کو چاہئے کہ اپنا روزانہ والا ذکر پہلے سے بھی زیادہ ذوق وشوق سے کریں۔اس مبارک مہینہ میں تو ہر بھائی تہجد بڑی آسانی سے پڑھ سکتا ہے اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ نماز تہجد کے بعد نفی اثبات کا ذکر کیا جائے۔

3۔ ماہوار چندہ: جب سلسلہ توحیدیہ قائم ہوا تو شروع میں خیرات فنڈ کی رقم دو روپے ماہوار مقرر کی گئی۔چنانچہ ''طریقت توحیدیہ'' کے پہلے ایڈیشن میں دو روپے ماہوار کا حکم ہی درج تھا۔بانی سلسلہؒ کی حیات ہی میں جب دوسرا ایڈیشن چھپا تو مہنگائی میں اضافہ کی وجہ سے یہ رقم کم از کم پانچ روپے ماہوار کر دی گئی۔اس کے ساتھ ہی یہ نوٹ لکھا گیا کہ ممکن ہے یہ چندہ آئندہ زیادہ کر دیا جائے۔اس کے بعد قیمتوں کا ہر سال بڑھنا جب معمول بن گیا تو بھائیوں سے مشاورت کے بعد قبلہ حضرتؒ نے ماہوار چندہ کی رقم ماہوار آمدنی کا اوسطاً اڑھائی فیصد مقرر فرما دی تا کہ اسے بار بار نہ بدلنا پڑے۔چنانچہ اسی معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے

تمام بھائی اپنے اپنے حالات کی مناسبت سے اپنی خوشی سے اس کارِ خیر میں حصہ ڈالتے چلے آ رہے ہیں۔ حالات اور مہنگائی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شیخ سلسلہ ماہوار چندہ کی کم از کم رقم کا تعین کر سکتا ہے تا کہ جو بھائی اتنا بھی نہ دے سکیں ان سے چندہ ہر گز نہ لیا جائے۔

4۔ شیخ سلسلہ کی جانشینی: بانی سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ مروجہ خاندانی اور وراثتی پیری مریدی کے طریقہ کو نہایت ہی غلط اور تباہی پھیلانے والا جانتے اور اس کے سخت خلاف تھے۔ اس خرابی کو جڑ سے اُکھاڑ دینے کی غرض سے آپ نے اس کتاب میں شیخ سلسلہ کے عنوان کے تحت پیرا **25** میں یہ قانون تحریر فرما دیا۔

"شیخ کو چاہیے کہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار مثلاً بیٹے، بھتیجے، بھانجے یا پوتے، نواسے وغیرہ کو اپنا جانشین ہر گز نہ بنائے خواہ وہ اس کا اہل ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا کرنے سے حلقہ ایک وراثتی گدی نہ بننے پائے گا"۔

قبلہ حضرتؒ نے اپنے تحریر کردہ آئین کی پابندی کر کے عملی مثال بھی قائم کر دی اور اپنے کسی رشتہ دار کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی بجائے **1968**ء میں عبدالستار خانؒ کو جن کے ساتھ آپ کی کسی قسم کی کوئی رشتہ داری نہ تھی، اپنا خلیفہ نامزد کر دیا۔ اپنے جانشین کی حیثیت سے عبدالستار خانؒ کی تقرری، سلسلہ توحیدیہ کو چلانے کے لئے طریقت توحیدیہ کو آئین قرار دینے اور غیر وراثتی گدی نشینی کو مستقل اور بنیادی اصول بنائے رکھنے کو قانونی حیثیت دینے کی لئے **1975**ء میں آپ نے اپنی وصیت تحریر فرما کر رجسٹرار حکومت پاکستان کے پاس جمع کرا دی۔ اس وصیت نامہ کا **پیرا نمبر 6** جو کہ جانشینی کے متعلق ہے اس کا ترجمہ برادران کی راہنمائی کے لئے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

ترجمہ پیرا نمبر 6: میں امید کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ عبدالستار اپنی باری پر جب مناسب وقت آجائے، اپنی صوابدید پر، اس وقت کی صورت حال کے مطابق جس طریقے سے بہتر سمجھے، اپنے روحانی چیف، حلقہ اور اس کی سرگرمیوں کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے اپنے خاندان سے باہر کے کسی فرد کو اپنا جانشین مقرر کرے گا"۔

تاہم یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ حلقہ توحیدیہ کے روحانی پیشوا کے منصب کی جانشینی ہمیشہ کے لئے غیر وراثتی رہے گی اور کوئی روحانی پیشوا، اس بلند منصب کے لئے، ان اشخاص میں سے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کر سکے گا جو اس کے خاندان کے افراد ہوں ۔ جانشین ہمیشہ وہ شخص بن سکے گا جو بالکل باہر کا آدمی ہو۔ نہ کہ کوئی ایسا فرد جس کا آخری روحانی پیشوا کے خاندان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی رشتہ ہو۔

حلقہ توحیدیہ کے روحانی پیشوا کے بلند منصب کی جانشینی کے لئے یہ بنیادی اہمیت کا اصول لاگو رہے گا۔ میں امید رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس اصول کی پیروی کی جائے گی اور اس پر سختی کے ساتھ کاربند رہا جائے گا۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آگئی کہ بانی سلسلہ توحیدیہ کے احکام کے مطابق ان کے سلسلے میں وراثتی گدی نشینی کی قطعی طور پر کوئی گنجائش باقی نہیں ہے اور کوئی بھی پیر یا شیخ اپنے کسی بھی رشتہ دار کو اپنا جانشین ہرگز مقرر نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شیخ کسی مجبوری یا کسی بھی دوسری وجہ سے ایسا کرے تو اس کا یہ فیصلہ سلسلہ توحیدیہ کے آئین کی صریح خلاف ورزی تصور ہوگی ۔ ایسی صورتحال میں مجازین، خادمان حلقہ اور ارکان سلسلہ کا یہ فرض ہے کہ محبت کو صداقت پر قربان کرتے ہوئے اس خلاف حق فیصلہ کو ہرگز تسلیم نہ کریں کیونکہ شریعت میں بلا چون و چرا اطاعت صرف معروف میں ہوتی ہے۔ بانی سلسلہؒ کے اپنے فرمان

کے مطابق ہمارے بیعت نامے میں یہ شق صرف ڈسپلن قائم رکھنے کے لئے رکھی گئی ہے نہ کہ
بانی سلسلہؒ کے مرتب کردہ آئین کو توڑنے اور اپنی من مانی کرنے کے لئے۔ رسول اللہ ﷺ
کے خلیفہ اول، انبیاء کے بعد افضل البشر اور سب سے بڑے پیر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے پہلے
خطاب میں اس اصول کو جس طرح واضح کیا وہ امت مسلمہ کے حکمرانوں اور بزرگوں کے
واسطے ایک روشن مثال بنا رہے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

''تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت
کروں۔ لیکن اگر مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی
نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے''۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شیخ سلسلہ کے تمام احکام بلا چون و چرا ماننے اور ان
پر خلوص دل سے عمل کرنے ہی سے سالکان راہ حق قرب و عرفان کی منزلیں طے کرتے ہوئے
اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حکم نہ تو قرآن
کریم و سنت کے خلاف ہو اور نہ ہی سلسلہ توحیدیہ کے آئین کو نظر انداز کرنے والا ہو۔
اگر آئین کی خلاف ورزی کرنے والا شیخ حیات ہو اور وہ اپنے غلط فیصلے سے رجوع کر کے
توحیدیہ آئین کے مطابق اپنا جانشین مقرر کر دے تو اسے بسر و چشم تسلیم کر لیا جائے۔
اگر شیخ کے وصال پا جانے یا کسی دوسری وجہ سے فیصلہ کی تبدیلی ممکن نہ ہو تو جانشینی کا فیصلہ شیخ
سلسلہ کے عنوان کے تحت **شق نمبر 23** کے مطابق مجازین سلسلہ کے سپرد کیا جائے گا۔

5۔ پندرہ منٹ کا پاس انفاس: بانی سلسلہؒ نے اپنے آخری خطبے میں پاس
انفاس کے ذکر کے بارے میں ایک ایسا نکتہ بیان فرمایا جو کبھی کسی بزرگ نے نہیں بتایا۔ اس کا
مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ''قرآن کریم کی سورت اعراف کے آخر میں بغیر آواز کے خفی ذکر

کرنے کا جو حکم آیا ہے اس میں **وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ** کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ''اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کرو''۔ سوال یہ ہے کہ باتیں تو دل میں یاد کی جاتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے بجائے فی قلبك کہنے کے فی نفسك کیوں کہا اس میں کیا حکمت ہے؟ اس لئے کہ نفس خواہشات کا گھر ہے۔ اگر نفس نہ ہوتا تو خواہش نہ ہوتی۔ خواہش نہ ہوتی حرکت نہ ہوتی۔ حرکت نہ ہوتی تو دنیا میں کوئی چہل پہل، رونق اور زندگی کے آثار نہ ہوتے اس لئے غور کیا جائے تو نفس اور خواہش مترادف الفاظ ہیں۔ اس طرح مطلب یہ نکلا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو تمہارے دل میں اس کے دیدار کی خواہش بھی ہونی ضروری ہے۔ یعنی جب تم اللہ کہو تو ساتھ ہی دل میں یہ بھی خواہش ہو کہ 'اپنی لقاء سے مشرف فرما، مجھے نظر آ جا، اپنا جمال جہاں آراء دکھا دے''

تو اے میرے بھائیو اور بیٹو! تم اس خواہش اور تڑپ کے ساتھ پاس انفاس کرو تو صرف پانچ منٹ کا ذکر چوبیس گھنٹے کے ذکر سے کہیں افضل ہوگا اور جو کام برسوں میں ہوتا ہے انشاءاللہ چند ماہ میں ہو جائے گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دن یا رات میں دس یا پندرہ منٹ ایسے مقرر کر لو جب کوئی تمہارے ذکر میں خلل انداز نہ ہو۔ اب پندرہ منٹ برابر اسی طرح یہ ذکر کرو۔ ختم کرنے پر حضور نبی کریم ﷺ کی روح مبارک پر درود شریف بھیجو پھر غور کرو کہ ذکر سے پہلے تمہاری کیا کیفیت تھی اور اب کیا ہے۔

تمام برادران سلسلہ سے میری گذارش ہے کہ پندرہ منٹ کے اس ذکر کو تعلیم کا حصہ جانتے ہوئے اسے اپنا معمول بنالیں۔ اس دوران خوب جوش وخروش سے، رفتار تھوڑی تیز رکھ کر اور جذبہ محبت کو مجتمع کر کے زوردار طریقے سے پاس انفاس کریں گے تو انشاءاللہ اوپر بیان کئے گئے فوائد ونتائج کا مشاہدہ کر لیں گے۔

بیاد جناب خورشید احمد صاحب توحیدیؒ

(یوم پیدائش: ۱۳ اپریل ۱۹۳۵ء؛ یوم وفات: ۴ مارچ ۲۰۲۵ء)

(سید رحمت اللہ شاہ)

معمول کے مطابق مریدین سلسلہ کی ہفتہ وار آن لائن میٹنگ شروع ہوئی تو شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ باباجان محمد یعقوب خان صاحب نے فرمایا: اس ہفتے راولپنڈی سے ہمارے بزرگ بھائی خورشید احمد صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں ۔اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعون. وہ عجیب ہی شخصیت تھے۔بس اللہ کو یہی منظور تھا۔انہوں نے بڑی مستقل مزاجی سے زندگی گزاری۔ہمارے بھائی تھے، بڑے اچھے بھائی تھے،انہوں نے بڑا اچھا وقت گزارا۔اللہ تعالیٰ ان کی جدوجہد اور ان کا مجاہدہ قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔سب بھائی ان کے لئے دعا کریں۔سب ایک دوسرے کے لئے دعا کیا کریں۔ اپنے بھائیوں کو تو بھولنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، چاہے وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں، سب کے لئے دعا کیا کرو۔اللہ تعالیٰ سب کی دعائیں قبول فرمائے اور سب بھائی خوش وخرم رہیں۔

جناب خورشید احمد صاحبؒ کا سفر زندگی تمام ہوا۔آپؒ ہمارے توحیدی بھائی تھے جو ہمیشہ تمام توحیدیوں کی طرف سے روزانہ کی بنیاد پر ایصال ثواب میں شامل رہیں گے ان شاء اللہ۔ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؒ کے اہل خانہ کو صبر عطا فرمائے اور انہیں ہمیشہ اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے۔آمین۔ عمومی مشاہدہ کے مطابق آپ بارعب وباوقار شخصیت کے حامل تھے؛ آواز میں کڑک، لب ولہجہ میں سنجیدگی، نرمی وشائستگی تھی؛ بات کرتے تو انداز گفتگو شیریں وسحر انگیز ہوتا؛ کسی بھی مکالمہ کے دوران موضوع گفتگو میں علم، مشاہدہ ومطالعہ کی جھلک خوب نظر آتی؛ حالات وواقعات پر بڑی گہری نظر رکھنے والے باریک بین اور دوراندیش انسان تھے؛ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ توحیدی سالک اور مجسم صفات پریم پریت تھے۔

سفر زندگی میں بڑے بڑے ملکی وبین الاقوامی حالات وواقعات سے گزرے۔ تقسیم ہند وقیام پاکستان

کا دور آپؒ کے لڑکپن میں آیا، تاج برطانیہ کے زوال کے بعد پاکستان میں انگریزوں کا دور حکومت اور ۱۹۵۶ء میں جمہوریہ پاکستان کے قیام پر انگریز کی رخصتی آپؒ کی جوانی میں ہوئی، پاکستان اور ہندوستان کی ۱۹۶۵ء کی جنگ پاک فضائیہ کی ملازمت کے دوران ہوئی، اور ۱۹۷۱ء کی جنگ سے پہلے ۱۹۷۰ء میں ریٹائر ہو چکے تھے، پاک فضائیہ میں واپس بلایا گیا، اس جنگ کے دوران بھی خدمات سرانجام دیں۔ایران کی فضائیہ میں خدمات سرانجام دیں، انقلاب ایران دیکھا اور کسی قدر اس میں حصہ بھی لیا۔ عراق کے کویت پر قبضہ کو کویت فضائیہ میں خدمات کے دوران دیکھا۔الغرض یہ تمام حالات وواقعات آنکھوں کے سامنے ہوئے، ان پر خوب گہری نظر رہی، پورے فہم وفراست سے ان حالات وواقعات پر سیر حاصل گفتگو کرتے۔آپؒ کی زندگی کے حالات وواقعات کسی قدر دلچسپ اور اہم معلومات پر مشتمل ہیں۔

آپؒ کی پیدائش اس دور میں چلنے والے انڈیا کے کیلنڈر کے مطابق بیساکھی میں ہوئی جو عیسوی کیلنڈر کے مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۳۵ء بروز ہفتہ تھا۔ایک غریب خاندان میں آنکھ کھولی، اہل خانہ کا گزر بسر مزدوری و کاشتکاری پر تھا۔گھر کے بڑے اور بزرگ چاہتے تھے کہ ان کے بچے کام کاج میں ان کے دست وبازو بنیں۔اس لئے پڑھائی کی کوئی خاص حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے کسی قدر حوصلہ شکنی ہی ہوتی۔ انگریز دور حکومت تھا۔انگریز کی طرف سے مقامی چوکیدار کو حکم تھا کہ جو بچے سات سال کی عمر سے بڑے ہیں اور سکول نہیں جاتے، ان کے نام بھیجے جائیں۔چوکیدار نے آپؒ کے بڑے بھائی جناب نذیر احمد کا نام بھیجا تو انگریز کی طرف سے پانچ (۵) روپے جرمانہ ہو گیا جو بڑی رقم تھی۔آپؒ چھوٹے تھے، بڑے بھائی نذیر احمد اور ماموں کو سکول جاتے دیکھ کر خود ہی شوق سے چھپ کر سکول جانے لگے۔نانا نے راستے میں ہل جوتا ہوا تھا، بچوں کو سکول جاتا دیکھ کر کہا کہ سارے بابو بننے لگے ہو تو یہ کام کون کرے گا؟

سکول میں ہندو استاد ایک ہی کمرے میں چار جماعتوں کو پڑھاتا تھا۔آپؒ اپنے بڑے بھائی سے ایک کلاس پیچھے تھے۔پاکستان بنا تو امتحانات نہیں ہوئے، اگلی کلاس میں چلے گئے۔۱۹۵۱ء میں میٹرک پاس کیا ہی تھا کہ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۱ء کو پاک فضائیہ میں اپرنٹس بھرتی ہو کر ملازمت کا آغاز کیا۔ٹیکنیکل ٹریننگ چار سال تھی۔انگریز استاد تھا، ٹیکنیکل ٹریننگ میں تین سال تک اول آتے رہے۔روایت تھی کہ ٹریننگ ڈائریکٹر کے دفتر میں ایک بورڈ پر ستر فیصد تک نمبر لینے والوں کے نام کے آگے سبز جھنڈا اور چالیس فیصد

سے کم نمبر پر سرخ جھنڈا لگایا جاتا ۔ ہر سال جو بھی فرسٹ آتا اسے خصوصی انعام ملتا۔ پہلے سال آپ فرسٹ آئے تو ایک گھنٹہ کی جہاز پر پرواز ملی ۔ پائلٹ کے ساتھ صرف آپؒ گئے ۔ دوسرے سال بھی فرسٹ آنے پر ایک گھنٹہ کی پرواز ملی ۔ تیسرے سال انگریز کمانڈر ان چیف نے دو مختلف مضامین میں امتیازی کامیابی پر الگ الگ انعامات، ایک کتاب اور دوسرا بڑا کپ دیا۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۵۵ء کو پاس آؤٹ ہوئے تو آپؒ کی پوسٹنگ اپنے بھائی نذیر احمد کے ساتھ ڈرگ روڈ (موجودہ فیصل بیس) کراچی ہوگئی۔ انگریز وارنٹ افسر نے کہا :You will work with me. (تم میرے ساتھ کام کرو گے۔) یہاں جہاز کے خراب پرزوں کی مرمت کا کام تھا۔ آپ کو جہاز پر کام کرنے کا شوق تھا ۔ ایک بندے کی پشاور تعیناتی ہوئی جو نہیں جانا چاہتا تھا ، آپؒ نے اسے کہہ کر اپنا نام دیا اور اگست ۱۹۵۸ء کو پشاور تعینات ہو گئے ۔ جہاز پر کام کرنے کا شوق پورا ہوا۔ یہاں چار اسکارڈن میں بارہ سے چودہ جہاز تھے۔

جب ۱۰ اپریل ۱۹۵۹ء کو بھارت کے جاسوس طیارہ کو مار گرانے کا واقعہ پیش آیا تو اسے پاک فضائیہ کی پہلی فتح کے طور پر منایا گیا۔ اس دوران آپ بھی ڈیوٹی پر تھے۔ واقعات کے مطابق انڈین فضائیہ کا جاسوس طیارہ Canberra PR57 پاکستان کی فضائی حدود میں جاسوسی پر تھا جسے سرگودھا بیس سے Flight Lieutenant محمد نعیم بٹ نے F-86 Saber jet اڑا کر کامیابی سے نشانہ بنا کر فضا میں تباہ کیا۔ دونوں پائلٹ زندہ بچے ، انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک پائلٹ کا باپ جنرل ایوب خان کا تقسیم ہند سے پہلے ٹریننگ کے دوران Batchmate تھا جس کی سفارش پر انہیں بھارت واپس جانے دیا گیا ۔ پاک فضائیہ کے لئے یہ دن یادگار تھا۔

ملازمت کے دوران آپ سارجنٹ بنے تو امریکا ایک تربیتی کورس کے لئے بھیجا گیا جہاں سے واپسی ۱۹۶۱ء میں ہوئی اور کراچی رہے ۔ ان دنوں ایئر مارشل محمد اصغر خان پاک فضائیہ کے پہلے چیف آف ایئر سٹاف کے طور پر کام کر رہے تھے ، ان کے ساتھ Cross country visit پر جاپان گئے ۔ پاک فضائیہ کے دو جہاز اس سفر پر تھے ۔ ایک جہاز میں اصغر خان کے ساتھ ان کے پائلٹ خاقان عباسی تھے جو سابق وزیراعظم پاکستان شاہد خاقان عباسی کے والد تھے ۔ دوسرے جہاز میں پائلٹ نذیر تھے ۔ جب یہاں سے واپسی ہونے لگی تو ایک واقعہ پیش آیا۔

جاپانی جنرل ایئر مارشل اصغر خان کو الوداع کرنے آیا۔ دونوں وہاں کھڑے تھے۔ ایئر مارشل اصغر خان کے لئے جہاز لایا جا رہا تھا۔ جاپانی مقامی عملہ نے کچھ سمجھایا مگر کوئی خاص سمجھ نہ آئی، پاکستانی عملہ نے اسے نظر انداز کیا۔ جہاز کو جہاں روکنا تھا وہاں سے پیچھے اترائی تھی۔ ہمارے پائلٹ نے جہاز روکا ہی تھا کہ وہ پیچھے چلنا شروع ہو گیا۔ اب سمجھ آئی کہ جاپانی جو سمجھا رہے تھے وہ یہ تھا کہ یہاں اترائی کی جگہ ہے اس لئے جہاز میں پریشر بنا کے رکھنا ہے تا کہ وہ پیچھے نہ جائے۔ جہاز پیچھے جاتے جاتے ایک نالی میں گر گیا، ایمرجنسی سائرن بج گیا اور خبر چل گئی: Foreign aircraft deep dropped into delta. اس جہاز کو ٹانگوں میں رسے ڈال کر واپس نکالا گیا۔ اپنی نوعیت کا بڑا واقعہ تھا۔ سب میں کافی خوف تھا کہ اصغر خان بہت سخت آدمی ہے، یہ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ واپس آئے تو اصغر خان نے Appreciation letter لکھا جس میں کہا گیا کہ یہ اور ایسی تکلیفیں زبان کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

پاک فضائیہ کی ملازمت کے دوران کئی شہروں اور ملکوں کا سفر کیا جن میں دہلی، ڈھاکہ، بنکاک، ویت نام، فلپائن اور جاپان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ستمبر ۱۹۷۰ء میں پاک فضائیہ کی ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے وقت آپ سرگودھا میں تعینات تھے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ۱۹۷۱ء کی جنگ کے وقت پاک فضائیہ نے واپس بلایا تو دوبارہ اپنی پیشہ وارانہ خدمات سرانجام دیں۔ کم و بیش دو سال Pakistan International Airlines (PIA) میں ملازمت کی۔ مارچ ۱۹۷۳ء میں ایران ایئر فورس میں ملازمت کے لئے ایران چلے گئے جہاں سے ۱۹۸۱ء میں وطن واپسی ہوئی۔

فرماتے تھے کہ جب میں ایران گیا تو یہاں ان کا نیا سال 'نوروز' اور اس کے تہوار چل رہے تھے۔ نوروز ۲۱ مارچ کو شروع ہوتا ہے جو دس بارہ دن رہتا ہے۔ تمام دفاتر میں ان دنوں چھٹیاں ہوتی ہیں۔ یہ لوگ گورنمنٹ ملازمین کو فور سٹار ہوٹل میں مفت رکھتے تھے۔ یہاں ناشتہ نہیں دیتے تھے، Lunch اور Dinner ملتا تھا۔ میں وہاں گیا تو ناشتے کے لئے باہر ریڑھی والے کو اشارے سے سمجھایا: دل اور جگر دے بجاں۔ میرے بھائی پہلے ہی ایران ایئر فورس میں تھے۔ میرے ساتھ کمرے میں ایک مرزائی تھا۔ اس کے پاس بڑے Up to date لوگ آتے تھے۔ اس نے خدمت کا پوچھا تو میں نے اپنے بھائی سے بات کرانے کا کہا۔ اس نے فون پر رابطہ کرایا۔ دس دن بعد دفاتر کھلے تو ڈیوٹی پر گیا۔ یہاں میجر جنرل

جہازوں کی ٹرانسپورٹ کے انچارج تھے۔ میں یہاں بطور انسٹرکٹر کام کرتا رہا۔ پہلے ہی دن بڑے سارے ہال میں لیکچر تھا تو میجر جنرل آیا، ایک دومنٹ دیکھ کر چلا گیا۔ اس پر کیپٹن خوشی سے جھوم رہا تھا۔ میں جب تک وہاں رہا میجر جنرل آتا رہا۔ بہت عزت ملی۔

انقلاب ایران اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کسی قدر اس انقلاب میں حصہ بھی لیا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ ایرانی انقلاب میری زندگی کا بہت بڑا اثاثہ ہے، میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا ہے، میں چاہتا ہوں کہ ایسا انقلاب ہر جگہ آئے۔ ایران میں حالات بہت عجیب وغریب تھے۔ بادشاہ کو خدا کے برابر مانتے تھے، ہر جگہ بادشاہ کی تصاویر برکت کے لئے لگاتے، اس کے علاوہ کیا کیا بتاؤں؟ ایران میں تین سیاسی پارٹیاں تھیں جو یہ انقلاب لائیں۔ خمینی باہر سے تھا۔ اس نے اسلام کا نعرہ لگایا۔ سب کے ساتھ انصاف کیا۔ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوئی۔ پہلے سنی ڈرتے تھے، اپنے آپ کو سنی نہیں کہتے تھے۔ یہ خمینی نے کہا کہ شیعہ اور سنی درخت کے دو پھل ہیں، جس کے پیچھے چاہو نماز پڑھو۔ اس نے کمیٹیاں بنا دیں جو عوام کے مسائل سنتی تھیں اور انہیں فوری حل کرتی تھیں۔ شراب ہر جگہ پیتے تھے، سب نے یہ نکال دیں اور آگ لگا دی۔ کسی قسم کی لوٹ مار نہیں ہوئی، بہت اعلیٰ قسم کا انقلاب تھا، بہت عجیب تھا۔

انقلاب ایران کے دو سال بعد تک ایران رہے اور ۱۹۸۱ء میں پاکستان آئے۔ ایک دکان بنائی جسے دو سال چلایا۔ ۱۹۸۳ء میں کویت ایئر فورس میں ملازمت پر چلے گئے۔ یہاں آپؒ ہیلی کاپٹرز پر کام کرتے تھے۔ ۱۹۸۶ء میں کویت سے بڑے بھائی کے ساتھ حج کیا۔ اگست ۱۹۹۰ء کے شروع میں ہی عراق نے کویت پر قبضہ کر لیا تو آپ کویت سے عراق، ایران اور کوئٹہ کے راستے پاکستان میں داخل ہوئے۔

آپؒ کی شادی ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔ زوجہ رشتہ میں چھوٹی خالہ کی بیٹی تھیں۔ اولاد میں چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہوئے۔ آپؒ کی اہلیہ Hypertension کی مریضہ ہوئیں، جس سے بلڈ پریشر بہت بڑھ جاتا تھا۔ اسی عارضہ میں انہوں نے ۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء بروز اتوار داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اہلیہ کی وفات کے وقت آپؒ کویت میں تھے۔ سب بچے چھوٹے تھے، بڑی صاحبزادی شادی شدہ اور ایک بیٹے کی ماں تھیں۔ انہوں نے امورِ خانہ داری خوب سنبھالے۔ آپؒ نے بتایا کہ بیٹی نے ابا جی کو نوکری کرائی، بچوں کو پڑھایا،

شادیاں کیں۔اس صاحبزادی کی اولاد میں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔آپؒ نے اپنے ایک نواسے کی بہت تعریفیں کیں،اظہار شفقت اس نواسے سے قدرے خاص لگاؤ کا پتا دیتا تھا۔دوران تحریر معلوم ہوا کہ یہ نوجوان 'وقاص ولایت' ہیں ۔آپؒ کی اولاد میں بڑے صاحبزادے ساجد محمود برازیل کے شہری و رہائشی ہیں۔آپؒ کچھ سال قبل برازیل گئے تو یہاں کی عیسائی کمیونٹی نے آپ کے ایک عوامی لیکچر کا انتظام کیا،آپؒ کی گفتگو اور سوالات کے جوابات کو خوب سراہا گیا۔چھوٹے صاحبزادے فیصل خورشید جاپان گئے جہاں سے Hotel Management کی تعلیم کے بعد ۱۹۹۷ء میں امریکہ آباد ہوئے جن کا ۲۰۱۹ء میں انتقال ہوگیا ،اس کا آپ کو غم ضرور تھا مگر صبر بھی اللہ نے عطا فرمایا تھا۔بڑی اور چھوٹی صاحبزادی پاکستان میں ہیں، دوسری دونوں صاحبزادیاں برطانیہ اور جاپان آباد ہیں۔اپنے آخری برس آپؒ نے الگ مکان میں ملازمین کے ساتھ رہنا پسند کیا،جس کی وجہ آپؒ کے خاندان کی طرف سے آپؒ کی خوددار طبعیت بتائی گئی۔

آپؒ اپنی اور اپنے بڑے بھائی نذیر احمد صاحب کی کم وبیش ساٹھ سالہ زندگی کے بارے اکثر فرماتے کہ ہم دونوں کی زندگی ۱۹۹۰ء تک حیران کن حد تک بالکل ایک جیسی ہے۔اس بارے میں آپؒ نے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے حکم پر ایک مضمون بعنوان 'زندگیوں کی حیرت انگیز مماثلت' تحریر فرمایا جو مجلّہ فلاح آدمیت کے شمارہ نومبر ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔اس مضمون کے مطابق اس سارے دورانیہ میں آپؒ اور جناب نذیر احمد صاحب کم وبیش ایک ہی جیسے حالات وواقعات سے گزرے۔دونوں نے ایک ہی سکول میں پڑھنا شروع کیا،ایک جیسی ملازمت ہوئی،ایک جیسے ملازمت میں ٹریڈ اور ترقیاں ملیں۔ایک ساتھ ٹریننگ اور ایک جیسے اعلیٰ ترتیبی ملکی وبین الاقوامی کورس ہوئے ،پاک فضائیہ کی ساری ملازمت میں ایک جیسی تعیناتی ہوتی رہی۔بعدازملازمت ایک جیسی بیرون ملک ایران اور کویت میں ملازمتیں ملتی رہیں،ایک جیسے ادوار تک یہ ملازمتیں جاری رہیں،ایک ساتھ حج کیا۔ایک ہی خالہ کی دو بیٹیوں سے دونوں بھائیوں کی شادیاں ہوئیں۔آپؒ کی اولاد میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں تو بھائی کی اولاد میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں، بھائی کی دوسری شادی پر ان کی بھی چار بیٹیاں ہوگئیں۔دونوں بھائیوں کی بیگمات کی وفات میں ایک ماہ کا وقفہ، دونوں بھائی بیگمات کی وفات پر کویت میں تھے۔الغرض کئی حوالوں

سے آپ دونوں بھائیوں میں مماثلت تھی جس کو آپؒ نے خود اپنے مذکورہ بالا مضمون میں قارئین مجلّہ فلاح آدمیت کے لئے تحریر فرمایا۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے ابتدائی تعارف شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ توحیدیؒ کے توسل سے ہوا۔آپ دونوں ایک ہی جگہ تعینات اور جہازوں کے انجن کے ٹریڈ سے تھے قبلہ ڈار صاحبؒ جہاں بھی تعینات رہے، اپنی خصوصی انفرادیت کو قائم رکھا جس کی بنیاد توحیدیہ سلسلہ سے وابستگی اور ان تعلیمات پر خوب عمل تھا۔آپؒ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے بارے میں بتاتے تھے کہ سب جانتے تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ جس جہاز کو ڈار صاحبؒ دیکھ لیتے ہیں وہ ٹھیک ہو جاتا ہے، جہاز میں جو مرضی مسئلہ ہو، جو مرضی خرابی ہو، اسے خواہ جتنے لوگ مرضی ٹھیک کرنے میں ناکام ہوئے ہوں لیکن جب قبلہ ڈار صاحبؒ کہہ دیتے تھے کہ یہ ٹھیک ہے تو وہ ٹھیک چلتا تھا۔کبھی اس میں مسئلہ نہیں آتا تھا۔انہیں حالات ،واقعات و معمولات کو دیکھ کر آپؒ قبلہ ڈار صاحبؒ کے قریب ہوئے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے متعارف ہو کر بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے دست شفقت پر بیعت ہو کر مریدین سلسلہ میں شامل اور باعمل توحیدی بن کر رہے۔بانیٔ سلسلہؒ کے دور کے بعد جناب عبدالستار خان صاحبؒ سے بیعت کی،ان کا دور خلافت پایا، جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے منصب خلافت پر انتخاب کی خبر ملی تو آپؒ سے رابطہ کیا اور بیعت کی،قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے دور خلافت میں حلقہ توحیدیہ راولپنڈی میں جناب پیر خان صاحب توحیدی سے پہلے خادم حلقہ رہے،شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی سے تجدید بیعت کی اور تا وقت وفات مریدین سلسلہ میں شامل رہے۔

بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے دور میں انہیں سنسنی خیز اطلاع ملی کہ آپ کے بیٹوں سے جہاز جل گیا ہے،اب ان کا بچنا مشکل ہے،ان کا کورٹ مارشل ہوگا۔یہ خبر شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ اور جناب خورشید احمد صاحبؒ کے بارے میں تھی۔بانیٔ سلسلہؒ نے خبر سنتے ہی پورے جوش سے فرمایا:ایک نہیں،دس جہاز بھی جل جائیں تو میرے بیٹوں کو کچھ نہیں ہوگا،میرے بیٹوں کو آنچ تک نہیں آئے گی۔جناب خورشید احمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ ایک بڑا اور اپنی نوعیت کا غیر

معمولی حادثہ تھا ۔اس پر انکوائری ہوئی،ہم نے سب باتیں صحیح بتائیں،ہمیں ہر طرح بری کیا گیا ۔اس واقعے سے خوب شہرت وعزت ملی، ریٹائرمنٹ کے بعد تک ہمارے شاگرد اور دیگر متعلقین اس بارے میں بڑی حیرت سے بات کرتے رہے ہیں ۔ایک ایئر کموڈور صاحب نے اپنی ریٹائرمنٹ کے بھی کئی سال بعد دوبارہ پوچھ لیا کہ آپ نے اتنے بڑے واقعے پر سچ کیوں بولا؟ آپؒ نے فرمایا کہ ہمیں سکھایا ہی یہی گیا ہے کہ ہمیشہ سچ بولنا ہے۔ ہماری جو غلطی تھی وہ ہم نے بتائی، ہمارے بیانات میں کہیں کوئی تضاد نہیں آیا۔ ہماری بات کو ہر سطح پر تسلیم کیا گیا،اس میں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی ۔

آپؒ کی سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستگی ہمیشہ مستقل اور غیر متزلزل رہی ۔معمولات شب و روز عین توحیدیہ تعلیمات کے مطابق رہے۔معمولات تہجد میں باقاعدہ اور پختہ کار رہے۔روزانہ بلاناغہ ذکر نفی اثبات کے لئے نمازعشاء کے بعد کا وقت پسند فرماتے ،تا دیر یہی معمول رہا۔کبھی کسی پر بوجھ بننا پسند نہیں فرمایا ۔اپنے مالی معاملات میں خود کفیل رہے۔آمدن واخراجات میں توازن قائم رکھا ۔انفاق فی سبیل اللہ کی صفت خوب تھی ۔انفاق کے کئی معاملات وفات کے بعد اہل خانہ کو لوگوں کی باتوں میں سننے کو ملے۔

دکھ،غم وتکلیف زندگی کا حصہ ہیں۔آپؒ کی زندگی کے آخری تین سال میں ریڑھ کی ہڈی کے آپریشن کے بعد سے صحت کے مسائل بنتے رہے۔وقت مقرر آیا تو آپؒ سی ایم ایچ راولپنڈی میں داخل تھے جہاں ہڈیوں کا سرطان اپنی آخری سٹیج پر تشخیص ہوا ۔اسی ہسپتال میں آپؒ نے ۴ مارچ ۲۰۲۵ء بروز منگل ماہ رمضان المبارک کے تیسرے روزے کے دن صبح کم و بیش پانچ بجے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعون. نماز ظہر اور نماز جنازہ کے بعد آپؒ کو اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا ۔اللہ تعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائے اور آپؒ کو اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔آمین ۔تحریر ہذا کے دوران ایک خیال بار بار دل و دماغ میں آیا کہ آخر ایسی کیا وجہ ہے کہ ہمارے کئی بھائی سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ رہتے ہیں لیکن ان کے پیاروں میں سے کم ہی کوئی ان کی زندگی میں توحیدیہ تعلیمات کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مشاہدہ میں آیا ہے کہ جیسے ہی انہوں نے وفات پائی،ان کے اہل خانہ میں کسی نہ کسی کا توحیدیہ تعلیمات کی طرف رجوع ہو گیا ۔آخر یہ کیا اور کیوں ہے؟

بعض لوگوں پر دنیا اور آخرت کی مشقت آسان ہونے کا سبب

(ملفوظات شاہ حکیم محمد اخترؒ)

ارشادفرمایا کہ کسی پر دنیا کی مشقت آسان ہے، کسی پر آخرت کی مشقت آسان ہے۔ایک شخص ہے کہ اس کو فیکٹریوں اورکارخانوں کا انتظام آسان ہےاور نماز، روزہ، ذکر، تلاوت بھاری ہے،اور دوسرے پر دین کے کام آسان ہیں اور دنیا کے کام اسے مشکل معلوم ہوتے ہیں۔آخر اس کی کیاوجہ ہے؟ دنیاوی ضرورتیں تو سب کے ساتھ ہیں، پیٹ اس کے ساتھ بھی ہے جواللہ والا ہے اسے بھی کھانے پینے کی اور دوسری ضروریات ہیں لیکن اسے بقدر ضرورت دنیا میں لگنا سخت گراں ہےاور نماز روزہ ذکر تلاوت آسان ہے۔اور دوسرے شخص کو اگر فیکٹری قائم کرنی ہےتو رات رات بھر جاگے گا اور سخت سے سخت محنت کرنے کے لیے تیار ہےلیکن دو رکعت نماز پڑھنا بھاری معلوم ہوتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہےجس کو دین کے کام آسان معلوم ہوتے ہیں اور جس کو دنیا کے کام آسان معلوم ہوتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کے رونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس پر دین کے کام آسان کردیں کیوں کہ جہاں چند روز قیام ہے وہاں کے لیے تو سخت سے سخت محنت گوارا ہو اور جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے اعمال مشکل معلوم ہورہے ہیں کہ کچھ کما کر نہ لے جاسکے گا اور یہاں کی محنت کا پھل یہیں رہ جائے گا۔صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کون جنت میں جارہا ہےاور کون نہیں؟ حضور نے فرمایا:

کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ

ہر شخص جو جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس پر جنت کے اعمال آسان ہو گئے ہیں اور جو دوزخ کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس پر دوزخ کے اعمال آسان ہو گئے ہیں۔شکر کرو اگر نماز روزہ میں دل لگ رہا ہے، یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ انہوں نے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمادی ہے اپنا سرمایہ اس گھر میں منتقل کر رہے ہو جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہاں سے برطانیہ چھ مہینے کے لیے ویزے پر چلا جائے اور وہاں جا کر خوب روپیہ کمائے اور خوب عیش اڑائے لیکن اس روپیہ کو اپنے وطن منتقل نہ کیا بلکہ لندن کی خوبصورتی میں ایسا گم ہوا کہ یہ بھول گیا کہ کراچی واپس جانا ہے، وہاں روپیہ منتقل کر دوں، جہاں ہمیشہ رہنا ہے، جس دن اس کا ویزا ختم ہوگا۔اس دن اس کو اپنی مفلسی کا احساس ہوگا کسٹم پر اس کا سارا روپیہ چھین لیا جائے گا۔اور یہ خالی ہاتھ واپس آئے گا اور یہاں آ کر جھونپڑی میں رہنا پڑے گا اور ایک وہ شخص ہے جو برطانیہ تو گیا لیکن ہر لمحہ اس کو اپنے وطن کا خیال رہا جو کچھ کمایا برطانیہ کی چند روزہ زندگی کے لیے نہیں بلکہ اپنے وطن کے لیے کمایا اور سارا روپیہ یہاں منتقل کرتا رہا۔ برطانیہ میں یہ ایسے رہا جیسے مسافر رہا کرتے ہیں وہاں کے عیش وعشرت، شراب و کباب میں مبتلا نہ ہوا بلکہ اپنے مال کو کراچی کے لیے بچاتا رہا۔یہ دونوں شخص جب کراچی آتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ مفلس کون ہے۔برطانیہ میں اسے بے وقوف کہتے تھے کہ نہ سینما دیکھتا ہے، نہ شرابیں پیتا ہے، نہ عیش اڑاتا ہے لیکن وطن آ کر معلوم ہوگا کہ بے وقوف کون تھا یہ دوسرا شخص اسے دکھا دکھا کر پاکولا پیے گا اور اُس کے پاس کچھ نہ ہوگا۔پس وہ لوگ جو دنیا میں آ کر یہ بھول گئے کہ آخرت کو واپس جانا ہے اور یہاں کے عیش وعشرت میں مشغول ہو گئے، اپنے جان و مال کو اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا گویا انہوں نے اپنا سرمایہ اپنے اصلی وطن منتقل نہ کرایا، کیوں کہ آخرت کا سکہ اعمال حسنہ ہیں، جس دن ان کا ویزا ختم ہوگا اس دن انہیں اپنی مفلسی کا احساس ہوگا، خالی ہاتھ جا رہے ہوں گے، حتیٰ کہ جسم کا لباس بھی اتر جائے گا، بنگلہ اور کاریں رہ جائیں گی، اس دن

حسرت کریں گے کہ کاش! اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے دنیا کا سکہ آخرت کے سکے میں تبدیل کرالیا ہوتا۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اور وہ شخص جو دنیا میں رہ کر دنیا سے کنارہ کش رہا یہاں کا عیش و آرام شراب و کباب اسے اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے بلکہ اسے دھن لگی رہی کہ اصل آرام تو آخرت کا آرام ہے، اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو، اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے سرمایہ کو اپنے اصلی وطن میں منتقل کراتا رہا جس دن اس کا ویزہ ختم ہوگا اس دن اس کو اپنی امارت کا احساس ہوگا اور دنیا کے مسافر خانے کی تمام تکلیفوں کو بھول جائے گا۔ بلکہ دنیا کی زندگی میں بھی اصل آرام، اصل سکونِ قلب اسی کو حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ میں جو کچھ عمل کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کریں گے۔ اطاعت و فرماں برداری اس کو مطمئن رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ دنیا کی زندگی میں بھی اس کے دوست ہو جاتے ہیں۔

آخرت کی کھیتی کی مشقت اٹھانے کی ترغیب: جو لوگ دنیا کی مشقتوں میں لگے ہوئے ہیں ان سے اگر کہا جائے کہ آپ کچھ دین کی طرف آیئے کچھ نماز و جماعت کی پابندی کیجیے ایمان و یقین میں روشنی لانے والے اعمال کیجیے تو کہتے ہیں کہ میں بہت بزی (Busy) ہوں لیکن افسوس بزی کاہے میں ہیں؟ دنیا کی مشقتوں میں۔ جسمانی محنتوں سے زیادہ ذہنی اور فکری محنتیں کرتے ہیں، لاکھوں من کا بوجھ ان کے دماغ پر ہے، مزدور بھی اتنی محنت نہیں کرتا جتنی یہ کرتے ہیں جہاں چند روز رہنا ہے وہاں کے آرام کے لیے تو انہوں نے اپنا آرام حرام کر رکھا ہے اور جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لیے ذرا سی مشقت بھی گوارا نہیں، اور اس ابدی آرام کی فکر نہیں، اس کی کوشش اور مشقت کے لیے فرصت نہیں، پھر کہتے ہیں کہ ہم بہت عقل مند ہیں، حالاں کہ دنیا ہی میں موقع ہے کہ اس زندگی کے لیے جدو جہد کر لی جائے۔ ورنہ اگر اب بزی رہے تو پھر یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ کسان اگر بیج بونے کے وقت یوں کہہ دے کہ میں اس وقت بہت بزی ہوں تو

جب کھیتی کٹنے کا وقت آئے گا تو ہاتھ ملے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ:

الدُّنْیا مَزْرَعَۃُ الْآخِرَۃ

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ دنیا میں رہ کر اگر ہم نے وہ بیج نہ ڈالا جس سے آخرت کی فصل تیار ہوگی بلکہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو گئے تو کٹائی کے وقت کی حسرت کا اندازہ لگا لو وہ لوگ جنہوں نے بونے کے وقت محنت کی تھی آخرت میں انہیں ہری بھری کھیتی تیار ملے گی اور جو بونے کے وقت بزی ہو گئے وہاں بنجر زمین کے علاوہ کوئی پھل نہ پائیں گے۔ کھیتی اس کی ہری بھری ہوتی ہے جو ہونے کے وقت محنت کرتا ہے۔ جو لوگ دنیوی عیش اور دنیوی ترقیات کو مقصود سمجھتے ہیں یہ یورپ والے جن کی تقلید میں ہم فخر محسوس کرتے ہیں ان کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے دنیاوی محبت میں مبتلا ہیں یہ لوگ، اور چھوڑ بیٹھے ہیں اپنے پیچھے ایک گاڑھے دن کو۔ گاڑھے دن سے مراد موت کا وقت ہے، جس وقت دنیا کی محبت کی حقیقت کھل جاتی ہے اور یہاں کے سارے عیش و آرام تلخ ہو جاتے ہیں بیوی بچے بنگلے اور کاریں سب ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ یہ وہ وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت میں ان کافروں نے اس گاڑھے وقت کو بھلا دیا ہے۔ یہ بیماری تو کافروں کے اندر تھی، اب انہوں نے مختلف طریقوں سے اس کو مسلمانوں میں بھی پہنچا دیا۔ اب مسلمان کے پاس بھی جب تک کار نہ ہو، چار سو گز کے پلاٹ کا ایئر کنڈیشنڈ بنگلہ نہ ہو چاہے سودی قرضہ سے کیوں نہ بنوانا پڑے اس وقت تک اس کا معیار زندگی نہیں بنتا۔ اب مسلمان کی زندگی کا معیار کار اور بنگلہ رہ گیا ہے چاہے سودی قرضہ لینا پڑے، رشوت لینی پڑے، حرام مال کمانا پڑے کسی سے دریغ نہیں بس معیار زندگی بنانا ہے۔ لیکن یہ زندگی بنانا نہیں ہے۔ زندگی بنتی ہے اللہ کے راضی ہونے سے اور بگڑتی ہے اللہ کے ناراض ہونے سے۔ اگر اللہ ناراض ہے تو چاہے تمہارا دل اور ساری مخلوق یوں کہے کہ واقعی تم نے بڑی ترقی کی خاندان کی ناک اونچی کر دی مخلوق کے ماشاءاللہ کہنے اور تعریف

کرنے سے یہ زندگی نہیں بنتی ۔کل ان وزیر خارجہ قسم کے لوگوں کو جو مولویوں کو گولی سے اڑا دینا چاہتے ہیں معلوم ہوگا کہ معیار زندگی کس کا بلند ہے ۔جس کو یہ معیار زندگی سمجھ رہے تھے اس کی کیا حقیقت ہے اور اصل معیار اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ دین کا کام سخت مشکل ہے لیکن یہ سب قلت محبت کی باتیں ہیں، جب محبت ہو جاتی ہے تو جوئے شیر لانا بھی آسان معلوم ہوتا ہے ۔اسی لیے جنہیں دنیا سے محبت ہے انہیں دنیا کے کام آسان معلوم ہوتے ہیں ۔ انہیں لوگوں کو دین کے کام مشکل ہیں کیوں کہ انہیں اللہ سے محبت نہیں ۔قصہ تو پھوہڑ ہے لیکن عبرت ناک ہے اور غیرت دلانے کے لیے کافی ہے ۔ایک صاحب عشق مجازی میں مبتلا ہو گئے ۔ رات کو ۵ میل جاتے تھے اور صبح ہونے سے پہلے پہلے پھر بستر پر آ لیٹتے تھے ۔کیوں صاحب یہ روزانہ دس میل کا سفر کیسے آسان ہوگیا ؟ ایک مردہ لاش جس کے جسم میں کیڑے چلنے والے ہیں اس کی محبت میں ہر مشقت آسان ہو گئی ۔گھر میں بیٹھا ہوا کوئی کام کر رہا ہے لیکن دل کہیں اور ہے ۔کیا اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے بھی کم ہو۔

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود

بات یہ ہے کہ دل میں اللہ کی محبت نہیں ورنہ ان کے راستے کی کوئی مشکل مشکل نہ معلوم ہوتی ۔دنیا کے لیے جو ساری مشقتیں آسان ہیں اس کی وجہ دنیا سے محبت ہے، اور دین کے کام جو مشکل معلوم ہوتے ہیں اس کی وجہ اللہ تعالیٰ سے قلت محبت ہے ۔ ایسے ہی جب اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے تو جسم کہیں ہوتا ہے دل کہیں ہوتا ہے ۔بیٹھا ہوتا ہے دفتر میں اور دل ہوتا ہے اللہ والوں کے ساتھ کہ کب چھوٹوں اور کب جاؤں ۔اور اپنے اللہ کے ذکر سے اپنے دل کو ٹھنڈا کروں ۔جیسے مچھلی بنا پانی کے بے چین رہتی ہے ایسے ہی اس کا دل اللہ کی یاد میں بے چین رہتا ہے ۔اللہ اللہ کرنا اسی لیے بتاتے ہیں کہ دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے ۔محبت ہو جاتی ہے تو سب کام آسان ہو جاتے ہیں ۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددی رام پوریؒ

(سید محمد عبداللہ شاہ بخاری)

نام ونسب:

اسم گرامی: حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ۔لقب: عارف باللہ۔سلسلہ نسب اس طرح ہے: آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بایں طور ملتا ہے: حضرت مولانا شاہ ابوسعید مجددی رام پوری بن شاہ صفی القدر شاہ عزیز القدر بن شاہ عیسیٰ بن خواجہ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم سرہندی بن امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (علیہم الرحمۃ بن والرضوان) ۔(تذکرہ کاملان رام پور: 14)

تاریخ ولادت: آپ کی ولادت باسعادت 2/ذیقعد 1196ھ، مطابق اکتوبر 1782ء کو رام پور(انڈیا) میں ہوئی۔

تحصیل علم: تقریباً دس سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کرلیا بعدازاں قاری نسیم سے علم تجوید حاصل کیا۔آپ قرآن مجید ایسی ترتیل سے پڑھا کرتے تھے کہ سننے والے محو ہوجایا کرتے۔حتیٰ کہ جب آپ مکہ معظّمہ میں وارد ہوئے تو اہل عرب نے آپ کی قرأت سُن کر تعریف وتحسین کی۔حفظ قرآن کے بعد علوم عقلیہ ونقلیہ مفتی شرف الدین اور مولانا رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حاصل کیے۔حدیث کی سند اپنے مرشد سے اور حضرت شاہ سراج احمد بن حضرت محمد مرشد مجددی اور شاہ عبد العزیز سے حاصل کی۔(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ:439)

بیعت وخلافت: اپنے والد گرامی سے آبائی طریقے پر مرید ہوئے ،اور والد صاحب کے ایماء پر حضرت شاہ درگاہی سے بیعت ہوئے ۔حضرت شاہ صاحب درگاہی نے آپ کے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور چند ہی روز میں آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی ۔ابھی تشنگی باقی تھی آپ نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو خط لکھا، انہوں نے جواب میں ارشادفرمایا: کہ اس وقت میری نظر میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے بہتر کوئی نہیں ۔پھر آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابتدا سے انتہا تک تمام سلوک مجددیہ بتفصیل وکمال ان سے حاصل کیا۔شاہ صاحب نے خاص عنایت فرما کر خلافت سے مشرف فرمایا، اور اپنی خانقاہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔(ایضا:439)

سیرت وخصائص: امام العلماء والعارفین، سند المتقین، آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ،مجمع البحرین حضرت شاہ ابو سعید مجددی رام پوری۔آپ علیہ الرحمہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اہم شیخ طریقت اور عارف باللہ مجدد وقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ اعظم تھے ۔آپ تمام علوم ومعارف کے جامع تھے اور حضرت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خاندان کے فرد فرید تھے ۔ابتدائے عمر ہی سے آثار رسعید آپ میں پائے جاتے تھے ۔فرماتے تھے کہ مجھے اوائل عمر میں شہر لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا ۔ہم ایک مکان میں اترے راستے میں ایک درویش ستر برہنہ بیٹھا ہوتا مگر جب وہ مجھے دیکھتا تو ستر درست کرلیتا ۔کسی نے اُس سے سبب دریافت کیا ۔اُس نے جواب دیا کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ ان کو ایسا منصب حاصل ہوگا کہ اپنے اقارب کے مرجع ہوں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا ۔(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ:438)

عین تحصیل علم میں خداطلبی کا شوق پیدا ہوا۔ پہلے اپنے والد بزرگوار سے ارادت کی جو اپنے آبائے کرام کے طریقہ پر مستقیم اور تارک دنیا اور ہر وقت اوراد و اشغال میں مشغول رہتے تھے پھر اُن کی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کا سلسلہ دو واسطہ سے حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ سے ملتا ہے۔حضرت شاہ درگاہی کو استغراق اس قدر رہتا تھا کہ نماز کے وقت مرید آپ کو آگاہ کردیا کرتے تھے اور توجہ ایسی تیز تھی کہ اگر ایک وقت میں سو آدمیوں کی طرف متوجہ ہوتے تو سب بیہوش ہوجایا کرتے تھے۔حضرت شاہ صاحب نے آپ کے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور چند ہی روز میں آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔آپ کے بہت سے مرید ہوگئے اور حلقہ میں بیہوشی و وجد اور صیحہ(چیخ)و نعرہ ہوا کرتا۔چوں کہ نسبت مجددیہ میں یہ امور مرتفع ہو جاتے ہیں اور صحابہ کرام کی مثل کمال افسردگی اور آسودگی میں عمر گزرتی ہے۔ایک مرتبہ رامپور میں حضرت شاہ غلام علی کی بھی زیارت کی تھی اس لیے ابھی طلب خدا باقی تھی آپ رامپور سے دہلی تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو اپنی خداطلبی کے بارے میں ایک خط لکھا۔جس کے جواب میں حضرت قاضی صاحب نے نہایت تعظیم سے آپ کو تحریر فرمایا کہ اس وقت شاہ غلام علی سے بہتر کوئی نہیں۔ پس آپ بتاریخ 7 محرم الحرام 1225ھ میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابتدا سے انتہا تک تمام سلوک مجددیہ بکمال تفصیل طے کیا۔

خاص عنایت: حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ آپ کے حال پر خاص عنایت فرماتے تھے چنانچہ ماہ صفر 1230ھ حضرت نے آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور دیر تک توجہ فرمائی اور اپنی ضمنیت سے مشرف فرمایا اور 11 جمادی الاول 1231ھ میں فرمایا:''میرے بعد اس مکان میں میاں ابو سعید بیٹھیں اور حلقہ و مراقبہ اور درس حدیث و تفسیر میں مشغول ہوں"۔حضرت کی

ایسی عنایات بعض لوگوں پر ناگوار گزرتی تھیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے حال پر اس قدر عنایت کس واسطے ہے وہ یہ نہیں کہ میاں ابوسعید اپنے پانچ سو مریدوں کو چھوڑ کر میرے پاس آیا ہے اور اس سے پہلے وہ خرقہ خلافت دوسرے مشائخ سے لے چکے ہیں پس اپنے مرشد کی عین حیات میں انہوں نے خلافت و اجازت کو چھوڑ کر میری بیعت کا حلقہ اپنے اخلاص کی گردن میں ڈالا اور پیری کو چھوڑ کر مریدی کی طرف آ گئے وہ کس طرح مورد عنایت اور مصدر رحمت نہ ہوں۔ جمادی الاولیٰ 1233ھ میں حضرت نے آپ کو قیومیت کی بشارت دی اور فرمایا: "مجھے الہام ہوا ہے اس لیے تجھ سے ارشاد کیا گیا۔ الغرض آپ پندرہ سال حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ حضرت نے اپنے مرض موت میں آپ کو بذریعہ خط لکھنو سے بلایا اور خانقاہ کا نظام آپ کے سپرد کیا۔ حضرت شاہ صاحب کے انتقال کے بعد آپ قریباً نو سال تک مسند ارشاد پر رہے۔ اور طالبانِ خدا نے بکثرت آپ سے استفادہ کیا۔ اس عرصے میں آپ نے تلخی و سختی اور فقر و فاقہ اور تمام تکالیف جو اولیاء اللہ کا شیوہ ہیں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ (ایضا: 440)

فضل وکمال: آپ کے ایک مرید میاں محمد اصغر کا بیان ہے کہ کبھی کبھی نماز تہجد مجھ سے فوت ہو جاتی تھی میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا کہ ہمارے خادم سے کہہ دو کہ تہجد کے وقت ہمیں یاد دلا دیا کرے۔ اُٹھا کر بٹھا دینا ہمارا ذمہ ہے باقی تمہارا اختیار ہے چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ گویا کوئی مجھے تہجد کے وقت اٹھا کر بٹھا دیتا ہے۔ اسی طرح آپ کے ایک اور مرید پر ایسا استغراق غالب ہوا کہ خلوت میں نماز کے وقت قبلہ کی پہچان نہ رہتی اُس نے مجبور ہو کر آپ سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تحریمہ کے وقت میری طرف متوجہ ہوا کرمیں تجھے قبلہ کی طرف متوجہ کر دیا کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا کہ جب وہ تحریمہ کے وقت آپ کی طرف

متوجہ ہوتا تو آپ ظاہر ہو کر قبلہ کی طرف اشارہ کر دیتے اور یہ اتفاق مدتوں تک رہا۔ یہی مرید صاحب استغراق بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ اہل خانقاہ میں جھگڑا پیدا ہوا۔ اور بہت شور و شغب ہوا رات کے وقت میں نے خواب دیکھا کہ جناب سرور عالم ﷺ خانقاہ میں تشریف لائے اور خفا ہو کر فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کو خانقاہ سے نکال دو۔ اس خوف سے کہ کہیں میرا نام بھی نہ لے لیں اُس مرید کی آنکھ کھل گئی۔ یہ حیران و پریشان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت تہجد کیلئے وضو فرما رہے تھے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ تم کیوں گھبراتے ہو۔ تمہارا نام تو نہیں لیا نماز صبح کے بعد آپ نے اُن اشخاص کو جن کا نام جناب رسالت مآب ﷺ نے لیا تھا خانقاہ سے نکال دیا۔ (ایضا: 441)

تاریخ وصال: 22 رمضان کو ریاست ٹونک میں علیل ہوئے، صاحبزادہ حضرت شاہ عبد الغنی محدث شہیر ہمراہ تھے، سکرات موت شروع ہوئی تو ان کو وصیت فرمائی کہ اتباع سنت کرنا، اور اہل دنیا سے پرہیز کرنا، اگر دنیا داروں کے پاس جاؤ گے تو ذلیل و خوار ہو جاؤ گے، ورنہ دنیا دار کتوں کی طرح تمہارے دروازے پر چکر لگائیں گے۔ پھر حافظ سے سورۃ یٰسین کی تلاوت کے لیے فرمایا، تین بار سُن کر فرمایا۔ اب نہ پڑھو، بہت تھوڑا ٹائم باقی ہے۔ عید الفطر بروز ہفتہ 1250ھ مطابق 31 جنوری 1835ء کو عصر و مغرب کے درمیان انگشت شہادت کو حرکت دیتے ہوئے واصل باللہ ہوئے۔ لاش تابوت میں رکھ کر دہلی لائی گئی۔ چالیس روز بعد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ اتنی مدت گزرنے کے بعد بھی معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے روئی سے خوشبو آتی تھی، جسے لوگ بطور تبرک لے گئے۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت: 13)

ماخذ و مراجع: تذکرہ کاملان رام پور۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ۔ تذکرہ علمائے اہل سنت۔

شجرہ خاندان سلسلہ عالیہ توحیدیہ

(شفیق احمد)

شعر نمبر 3

بسر خواجہ سلیمان قاسم

بعز جعفر اے قدوس و قائم

اے قدوس و قائم حضرت سلمانؓ اور قاسمؒ کے صدقے اور حضرت جعفرؒ کے صدقے

اس شعر میں تین بزرگوں کے نام آئے ہیں، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت قاسم بن محمد ابو بکر اور حضرت جعفر صادقؒ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ

سلسلہ نقشبندیہ توحیدیہ کے شجرہ میں دوسرا نام حضرت سلمان فارسیؓ کا ہے حضرت سلمان فارسیؓ سلسلہ توحیدیہ کے دوسرے بزرگ اور جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت سلیمان فارسیؓ کا تعلق فارس (ایران) سے تھا۔ آپ ایران کے شہر اصفہان کے گاؤں روزبہ میں پیدا ہوئے۔ اسلام لانے سے قبل آپ کا نام "مابہ" تھا آپ کے والد کا نام بوذخشان تھا، نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا۔ مجوسی نام مابہ اور اسلام کے بعد نام سلیمان رکھا گیا اور بارگاہ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔

حضرت سلیمانؓ کے والد اصفہان کے جی نامی قریہ کے باشندے اور وہاں کے

زمیندار اور کاشتکار تھے۔آپ کے والد ایک بڑے آتش کدہ کے مہتمم بھی تھے اور آتشکدہ کی دیکھ بھال انہی کی ذمہ داری تھی۔حضرت سلیمان فارسیؓ بچپن سے ہی اپنے آبائی مذہب زرتشت (مجوسی) سے بیزار تھے وہ سوچتے تھے کہ یہ آگ جسے ہم خود روشن رکھتے ہیں کیونکر ہمارا خدا ہوسکتی ہے اور یہ بات ہمیشہ انہیں بے چین رکھتی تھی۔ ایک دن حضرت سلیمانؓ کھیتوں کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں عیسائیوں کا ایک گرجا نظر آیا،آپ اس گرجا کے اندر چلے گئے اور عیسائیوں کی عبادت کے طریقے سے بہت متاثر ہوئے اور اسی دن اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی۔آپ کے والد کو اس بات کا علم ہوا تو آپ کو گھر میں قید کردیا لیکن آپ کسی نہ کسی طریقہ سے وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے اور کسی قافلے کے ساتھ شامل ہوکر ملک شام پہنچ گئے اور وہاں کے عیسائی پادری کے پاس چلے گئے اور اس کی صحبت سے فیض یاب ہونے لگے۔ جب اس عیسائی پادری کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ آپ کا وقت آخر ہے اس لئے آئندہ کے لیے مجھے کیا ہدایت ہے تو عیسائی پادری نے کہا میرے علم میں کوئی ایسا عیسائی نہیں ہے جو اس مذہب عیسوی کا سچا پیروکار ہو۔موجودہ عیسائیوں نے بہت کچھ بدل دیا ہے۔ہاں "موصل" میں ایک شخص ہے جو دین حق کا سچا پیروکار ہے،تم جاکر اس سے ملاقات کرنا۔

موصل کا سفر: اس عیسائی پادری کی موت کے بعد حق کی تلاش میں آپ "موصل"،موجودہ عراق کا ایک شہر جو ترکی اور شام کے قریب واقع ہے، پہنچے اور وہاں کے عیسائی پادری کو اپنا تمام قصہ اور واقعہ بتایا، پہلے پادری کی رائے کے مطابق یہ پادری بڑا متقی اور پاکباز تھا اس لیے آپ نے اس کے پاس قیام کرلیا،مگر کچھ عرصہ بعد اس کا بھی آخری وقت آگیا تو آئندہ سے متعلق اس پادری سے بھی وصیت کی خواہش کی تو اس پادری نے نصیبین میں ایک شخص بتایا۔

نصیبین کا سفر: اس عیسائی پادری کی موت کے بعد آپ نصیبین، جو کہ ترکی کا ایک شہر ہے، پہنچے اور اس عیسائی پادری سے مل کر پہلے عیسائی پادری کی وصیت بتائی، یہ بھی پہلے دونوں کی طرح بڑا عابد اور زاہد تھا۔ آپ یہاں مقیم ہو گئے اور اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے آپ کو عموریہ جانے کی ہدایت کی۔

عموریہ کا سفر: آپ عموریہ (یمن) پہنچے اور وہاں کے عیسائی پادری کے پاس مقیم ہو گئے، جب اس عیسائی کا بھی وقت قریب آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ اتنے مراحل طے کرتا ہوا آپ تک پہنچا تھا آپ بھی واپسی کے سفر کو تیار ہیں میرا کوئی انتظام کرتے جایئے تو اس عیسائی پادری نے کہا کہ آج دنیا میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جس سے ملنے کا میں تمہیں مشورہ دوں، ہاں البتہ اب اس نبی ﷺ کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو ریگستان عرب سے اٹھ کر دین ابراہیم علیہ السلام کو زندہ کرے گا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا لیکن صدقہ کو اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ اس پادری کے مرنے کے بعد آپ کچھ عرصہ عموریہ میں ہی مقیم رہے اور اس تلاش میں رہے کہ کوئی قافلہ حجاز کی طرف جا رہا ہو تو وہ اس میں شامل ہو جائیں، آپ کی جستجو رنگ لائی اور ایک دن قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ عموریہ سے گزرا آپ اس قافلے میں شامل ہو گئے لیکن راستے میں قافلے والوں کی نیت خراب ہو گئی اور جب یہ قافلہ وادی القریٰ پہنچا تو انہوں نے حضرت سلیمانؓ کو یہودیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا ایک دن اس یہودی کا ایک قریبی رشتہ دار جو یثرب (مدینہ) کا رہنے والا تھا وہ اس سے ملنے آیا، اس یہودی کو ایک غلام کی ضرورت تھی، اس نے حضرت سلیمانؓ کے مالک سے انہیں خرید لیا اور یثرب لے آیا، یہاں آپ نے کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ دیکھے تو آپ سمجھ گئے کہ اب

تلاش ختم ہونے والی ہے،ایک دن آپ ایک درخت پر چڑھے کام کر رہے تھے کہ ایک یہودی شہر سے آیا اور کہنے لگا، "خدا بنوقیلا کو غارت کرے سب کے سب قبا میں ایک شخص کے پاس جا رہے ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور خود کو نبی ﷺ کہتا ہے"۔ یہ بات حضرت سلیمانؓ نے بھی سن لی، ایک دن آپ کچھ کھانے کی چیزیں لے کر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ چیزیں صدقہ کے طور پر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیں، آپ نے وہ چیزیں اپنے صحابہ میں تقسیم کر دیں لیکن خود کچھ نہ لیا، کچھ دن بعد دوبارہ کچھ چیزیں بطور ہدیہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی وہ چیزیں کھائیں اور صحابہ میں بھی تقسیم کر دیں، اس طرح آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق دو نشانیاں تو پوری ہو گئیں، چند دن بعد بقیع غرقد میں ایک جنازے میں حضرت سلیمانؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور موقع ملتے ہی مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور با چشم نم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے آؤ،وہ سامنے آئے اور اپنی تمام سرگزشت سنائی اور کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت سلیمان فارسیؓ قبول اسلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہنے لگے، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہودی کی غلامی سے نجات دلائی، آپ نہایت جلیل القدر صحابی تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب (خندق) میں آپ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے خندق کھودی اور دفاعی جنگ لڑی، حضرت سلیمان فارسیؓ نے بنی کندہ کی ایک عورت سے شادی کی۔حضرت سلیمانؓ کے دو بیٹے عبداللہ اور محمد تھے حضرت سلیمانؓ کی ایک بیٹی اصفہان میں اور دو بیٹیاں مصر میں تھیں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مدائن کی گورنری پر فائز ہوئے چونکہ سلیمانؓ فارسی مقربین بارگاہ نبوی

میں سے تھے اس لیے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا بہت بہت احترام کرتے تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیمار ہوئے اور رجب المرجب 35 ہجری میں آپ کا مدائن میں انتقال ہوا آپ کا مزار مبارک عراق کے شہر مدائن میں ہے آپ ہی کی نسبت سے مدائن کو سلمان پاک بھی کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے

حضرت امام قاسمؒ بن محمدؒ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: سلسلہ نقشبندیہ تو حیدیہ کے شجرہ میں تیسرا نام حضرت قاسمؒ کا ہے۔حضرت سیدنا امام قاسمؒ، محمد بن ابوبکر کے صاحبزادے، ابوبکر صدیق کے پوتے اور مدینہ منورہ کے عظیم فقیہہ، عالم، متقی اور کثیر الروایات بزرگ تھے، آپ ابوبکر صدیقؓ کے پوتے ،امام زین العابدینؒ کے خالہ زاد بھائی اور سیدنا امام جعفر صادقؒ کے نانا تھے۔خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یزدگرد شاہ ایران کی تین لڑکیاں مال غنیمت میں آئیں جن میں ایک حسین بن علی کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئی، دوسری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں اور تیسری حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئی ،اس طرح امام زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا قاسمؒ بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ تینوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ سیدنا قاسمؒ اپنے علمی اور اخلاقی لحاظ سے مدینہ کے ممتاز ترین بزرگوں میں تھے،آپ کا انتساب باطنی حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے اور اپنے جد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نعمت ان کے وسیلہ سے حاصل کی۔

سیدنا قاسمؒ چھوٹی عمر میں یتیم ہو گئے تھے اور اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس زیر پرورش رہے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔آپ نے 70یا72 سال کی عمر میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقام قدید میں وفات پائی اور وہاں سے تین میل کے فاصلے پر مقام مشلل پر دفن ہوئے۔اللہ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ: حضرت جعفر صادقؒ سلسلہ توحیدیہ کے چوتھے بزرگ ہیں آپ کو فیض حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا جو خود حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فیضیافتہ تھے۔ آپ کا نام جعفر، کنیت ابوعبداللہ اور لقب صادق تھا، آپ امام محمد باقرؒ کے بیٹے اور امام زین العابدینؒ کے پوتے تھے آپ کی والدہ ام فروہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوتی تھی۔

آپ کی ولادت 80 ہجری مدینۃ المنورہ میں ہوئی، 12 برس تک آپ نے اپنے جد بزرگوار امام زین العابدینؒ کے زیر سایہ تربیت پائی، 95 ہجری میں 12 برس کی عمر میں امام زین العابدینؒ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو اس کے بعد 19 برس آپ نے اپنے والد امام محمد باقرؒ کے دامن تربیت میں گزارے۔ یہ وہ وقت تھا جب سیاست بنی امیہ کی بنیادیں ہل چکی تھیں اور امام محمد باقرؒ کی طرف فیض علمی حاصل کرنے کے لیے خلائق رجوع کر رہی تھی۔ امام جعفر صادقؒ کے لیے یہ وقت نہایت نازک تھا۔

آپ نے 143 ہجری میں 56 برس کی عمر میں شہادت پائی، آپ کے فرزند اکبر اور جانشین امام موسیٰ کاظم نے تجہیز و تکفین کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے اس احاطہ میں، جہاں اس سے پہلے امام حسنؓ، امام زین العابدینؒ اور امام محمد باقرؒ دفن ہو چکے تھے، آپ کی تدفین کی۔ آپ لطائف تفسیر اور اسرار تنزیل میں بے نظیر تھے۔ علامہ ذہبی آپ کو حفاظ حدیث میں شامل کرتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل بیت میں امام جعفرؒ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔ الغرض آپ تمام علوم و اشارت میں کامل و اکمل اور مشائخ کے پیش رو مقتدائے مطلق تھے۔ اخلاق حسنہ تفسیر قرآن بلکہ جملہ علوم میں بے نظیر و بے مثل تھے۔

عظیم لیڈر

(سید محمد علی شاہ ایڈووکیٹ)

ایک تحریر جو نظروں سے گزری پیش کرتا ہوں جو کہ آنحضورﷺ کی تدابیر، دور اندیشی اور حکمت عملی کی عکاسی کرتی ہے ہم نے خود شادیوں پر زور دیئے رکھا لیکن یہ کبھی نہیں بتایا کہ رسول پاکﷺ نے اپنی جوانی کے 25 سال ایک ہی عورت کے ساتھ گزارے اور حضرت سودہؓ سے دوسری شادی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد کی۔ہم نے یہود و نصاریٰ کی دشمنی کا راگ الاپے رکھا لیکن یہ کبھی نہیں بتایا کہ میثاق مدینہ کے وقت یہودیوں کے دس قبائل تھے اور وہ سب آنحضورﷺ کے اتحادی تھے۔فرانس نے گستاخی کی تو ہم نے اپنے ہی ملک میں آگ لگا دی لیکن یہ کبھی نہیں بتایا کہ آپﷺ نے دشمنان اسلام کو معاشی طور پر کمزور کر کے اپنی دھاک بٹھائی۔

مشرکین مکہ تاجر تھے اور تجارت کی غرض سے شام جایا کرتے تھے آپﷺ نے اپنے شمال کے راستے پر واقع قبائل سے دوستیاں کیں اور مشرکین مکہ کی تجارت کا راستہ بند کرایا جب جنوب کے راستے یمن جانے لگے تو آپﷺ نے وہاں کے باشندوں سے معاہدہ کر کے اہل قریش کا راستہ روک دیا۔آپﷺ نے اپنے ہی ملک کو آگ نہیں لگائی تھی بلکہ دشمن کو معاشی طور پر کمزور کر کے اس کی کمر توڑ دی تھی۔نوبت یہاں تک پہنچی تو ابو سفیان آپﷺ کے پاس حاضر ہوا کہا اُن کے بچے بھوک سے مر رہے ہیں آپﷺ نے اسے 500اشرفیوں کے ساتھ بہترین کھجوریں دیتے ہوئے تجارت کرنے کی اجازت دے دی یعنی اہل قریش دشمن بن کر آئے تو آپﷺ نے انکی کمر توڑ دی لیکن جب وہی دشمن

بطور انسان رحم کی بھیک مانگنے آئے تو آپﷺ نے ان کی مدد کی۔

آپ ایک عظیم مدبر تھے آپﷺ نے اپنی تدبیر سے صلح حدیبیہ جیسے معاہدے کئے جو بظاہر مسلمانوں کو کمزور کرنے والے تھے لیکن وہی معاہدے آپﷺ کے لئے فتح مکہ کا باعث بنے۔ آپﷺ نے دشمنوں کی جاسوسی کے لئے حضرت ابو ہریرہ کی ڈیوٹی لگائی تا کہ دشمنوں کے ارادے جان سکیں۔

آپ ایک عظیم سفارتکار تھے۔ آپؐ نے اپنے دشمن کے دوستوں سے دوستیاں کیں تا کہ انکا اثر کم ہو سکے مدینہ کے شمال میں خیبر اور جنوب میں مکہ تھا اور ان دونوں شہروں کے باشندے مسلم مخالف تھے۔ آپ نے کمال ذہانت سے صلح حدیبیہ میں اہل مکہ سے وعدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کی کسی جنگ میں دشمن کا ساتھ نہ دیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپؐ نے خیبر اور اہل مکہ کے مشرکین کو جدا کر کے شکست دی۔

آپؐ ایک کمال سپہ سالار تھے۔ مدینہ شہر کے تینوں اطراف پہاڑ تھے اور واحد زمینی راستہ پر آپؐ نے خندق کھود کر مدینہ کو آنچ نہ آنے دی آپ نے یہودیوں کے دس قبائل سے معاہدے کیئے کہ وہ اپنے مختلف مذاہب کے باوجود مسلمانوں کی جنگی مدد کریں گے اور جنگی اخراجات مل کر برداشت کریں گے۔

آپؐ ایک بہترین منتظم تھے آپ نے اپنی بہترین نظامت سے ایک اسلامی ریاست کو بام عروج تک پہنچایا آپؐ نے پولیس اور انصاف کا نظام متعارف کرایا اور مجرم کو گردن سے پکڑنے کی ذمہ داری حضرت علیؓ کے سپرد کی آپؐ نے مختلف ریاستوں کے گورنر نامزد کئے اور ان سے خط و کتابت سے امور سلطنت جانتے رہے۔

آپؐ ایک بہترین معلم تھے آپؐ نے کچھ نہ ہوتے ہوئے صُفّہ کا قیام عمل میں لایا

اور لوگوں کی تعلیم وتربیت کا نظام واضح کیا دنیا کا کوئی فلسفی ،کوئی دانشور یا کوئی محقق دنیا کی عظیم ترین شخصیات کو جاننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ آپ کو افضل پاتا ہے۔

لیکن ہم نے اپنے نبیؐ کے مقام و مرتبہ کے ساتھ ناانصافی کی ۔ہم ساری زندگی چاند کو توڑنے اور واقع معراج جیسے معجزات بیان کرتے رہے لیکن بطور بشر آپؐ کے کمالات کو بیان کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی ۔بالکل ایسے امام حسینؓ کے واقعہ کربلا کے علاوہ کسی کو امام کی ذات کے بارے میں کچھ علم ہی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے بطور نبی معجزات سے نہیں بلکہ بطور بشر تن تنہا ایک ایسی ریاست کا قیام عمل میں لائے جسے دیکھ کر قیصر و کسریٰ اور فارس کے محلات بھی انگشت بدنداں ہو گئے ۔ پھر وہ وقت آن پہنچا جب دنیا کا عظیم ترین لیڈر میدان عرفات میں لاکھوں کے جھرمٹ میں یہ اعلان کر رہا تھا کہ:

الیوم اکملت لکم دینکم (آج کے دن دین مکمل ہو گیا)

دعائے مغفرت

نوشہرہ ورکاں سے معین الدین کی والدہ

راولپنڈی سے بھائی خورشید احمد

ڈسکہ سے بھائی محمد اقبال

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں ۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
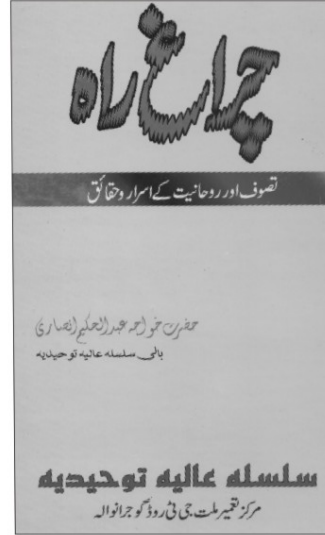
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
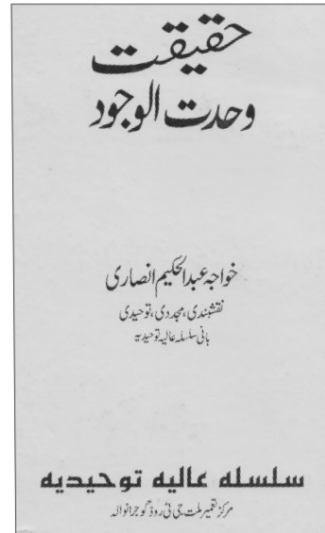
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالمِ روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپس کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں، جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔
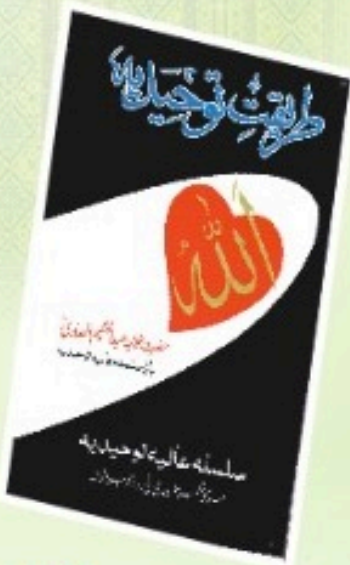
Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com